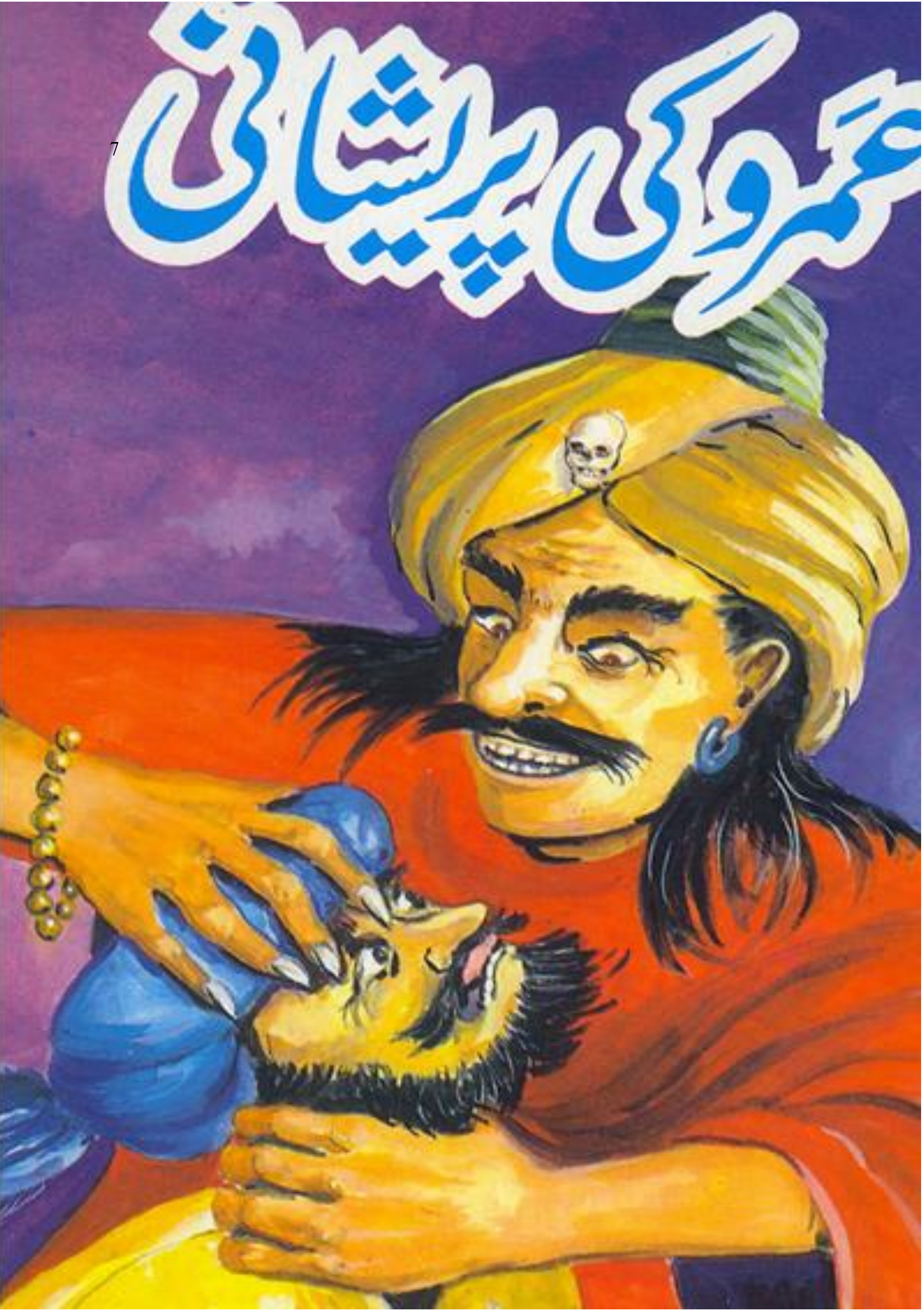

عمرو کی پریشانی
7

عُمرو کی پریشانی

داستان طلسم ہوش رُبا

حصہ ہشتم

اختر رضوی

خطرناک جنگ

داستان طلسم ہوش رُبا کا ساتواں حصہ ”عمرو کا انتقام“ اس مقام پر ختم ہوا تھا۔

عُمرو، مہ رُخ اور اس کی ساری فوج غِربال جادُو کے طِلسمی جال میں لٹک کر بے بس ہو جاتی ہے۔ اِس اثنا میں نُور افشاں کے بادشاہ کوکب روشن ضمیر کی بیٹی ملکہ بُرّاں شمشیر زن اُڑتی ہوئی وہاں آ پہنچتی ہے۔ وہ عُمرو کو ایک عجیب مخلوق جان کر جال میں سے جھپٹ لے جاتی ہے اور جا کر اپنے باپ کے سامنے پیش کرتی ہے۔ کوکب طِلسمی کتاب دیکھ کر عُمرو کی اصل حقیقت سے باخبر ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد کے حالات اس طرح ہیں:

یکایک کوکب کے دل میں عُمرو سے دوستی پیدا کرنے کا خیال ہوا۔ شہزادیوں

سمیت وہ عُمرو کو لے کر محل میں آیا اور بیش بہا جواہرات اور قیمتی موتی اسے تحفے کے طور پر دیے اور بولا:

"خواجہ عُمرو! تمہارا تمام تر سچّا حال مُجھ پر ظاہر ہو چُکا ہے۔ اب جھوٹ بولنے یا ڈرنے کی کوئی ضرورنہیں۔ میں تمہارا ہمدرد ہوں۔ شکر ہے کہ میری بیٹی تمہیں اُٹھا لائی۔ ورنہ غِربال کے جال سے نکلنا بہت مشکل تھا۔ تمہارے ساتھیوں کی زندگی اب بھی خطرے میں ہے۔ افراسیاب وہاں پہنچے گا تو سب کو ہلاک کر دے گا۔" یہ کہہ کر کوکب کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گیا اور پھر رُک رُک کر کہنے لگا:

"غِربال جادُو جس غار میں پناہ لیتا ہے، اس کے دہانے پر چار طِلسمی اژدھے پھنکارتے ہیں۔ جب تک غِربال جادُو مارا نہ جائے گا، تیرے ساتھیوں کی رہائی مشکل ہے۔"

محل کا ساز و سامان اور بادشاہ اور شہزادیوں کے جگمگاتے تاج اور زیورات دیکھ کر عُمرو لالچ سے بے قرار ہو گیا۔ وہ صرف یہ سوچ رہا تھا کہ کیا ترکیب کی جائے جو یہ

سارا مال جلدی قبضہ میں آئے۔ آخر کار اس کا دماغ کام کر گیا۔ اس نے کوکب سے کہا۔ ”اے شہنشاہ! شہزادی صاحبہ نے مُجھے دُشمن سے چھڑا کر حضور کی زیارت کروائی۔ حضور مہربان ہوئے۔ تحفے عنایت کیے۔ غِربال کے ٹھکانے سے آگاہ کیا۔ اتنے بھاری احسانات کا بوجھ برداشت کرنا میرے لیے ہر گز ممکن نہیں۔ یا تو میرا دل بیٹھ جائے گا یا کھوپڑی غبّارے کی طرح پھٹ جائے گی۔ ہاتھ جوڑ کر صرف اتنی سی درخواست کرتا ہوں کہ فی الحال مجھے ہر شخص کو اپنے ہاتھ سے ایک شربت کا گلاس پیش کرنے کی اجازت دیجیے۔“

کوکب نے اس کی درخواست منظور کر لی اور آب دار کو اشارہ کیا جس نے شربت کی صُراحی اور پیالے ایک طشت میں لا کر عُمرو کے سامنے لا کر رکھ دیے۔

خواجہ عُمرو تو اپنے فن میں اُستاد تھے ہی۔ بڑی صفائی سے شربت کی صُراحی میں سفوفِ بے ہوشی مِلا دیا، لیکن انہیں بادشاہ طِلسم نُور افشاں کی طاقت کا صحیح اندازہ نہ تھا۔ جیسے ہی ایک گلاس شربت بھر کر انھوں نے کوکب کے سامنے پیش کیا، گلاس پر نظر ڈالتے ہی اُسے عُمرو کی اُستادی کا پتا چل گیا۔ اس کے ابروؤں پر بَل پڑ

گئے۔ چہرے کا رنگ بدل گیا۔ مُسکراہٹ غائب ہو گئی۔ اس نے کہا:

"عُمرو! کیا میری نیکیوں کا یہی بدلہ ہے؟ اِحسان کا بوجھ بے ہوشی ملے شربت سے اُتارا جاتا ہے؟"

اچانک بھانڈا پھوٹ جانے پر عُمرو پہلے تو سٹ پٹا گیا مگر بات بناتے ہوئے بولا۔ "عالی جاہ! میرے دل میں ہرگز کوئی بُرا خیال نہ تھا۔ میں صِرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کیا حضور واقعی روشن میر ہیں۔ براہِ کرم مُجھے معاف کر دیجیے۔ آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کروں گا۔"

یہ کہہ کر وہ اس کے پیروں پر ِگر کر غلطی معاف کرانے کی نیّت سے آگے بڑھا۔ مگر کوکب نے کہا۔ "خواجہ! تم بہت مکّار ہو۔ تمہارا اعتبار میرے دل سے اُٹھ گیا ہے۔ تم اِسی لائق ہو کہ طِلسم ہوش رُبا میں واپس جاؤ اور افراسیاب کی جوتیاں کھاؤ۔"

عُمرو چاہتا تھا کے کوکب کے پیروں پر ِگر کر منّت سماجت کرے کہ کوکب نے

اُس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر کوئی منتر پڑھا اور زور سے دھکا دیا۔ عُمرو دھڑام سے نیچے گِرا لیکن خود کو فرش پر پانے کی بجائے اُس نے خود کو ہوا میں تیزی سے قلابازیاں کھاتے محسوس کیا۔ ڈر کے مارے اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اُسے ایسا لگ رہا تھا کہ میں ایک تنکا یا روئی کا گالا یا تنکا ہوں جسے تیز رفتار آندھی اڑائے لیے جا رہی ہے۔

کچھ دیر بعد اچانک اُسے اپنی پیٹھ پر نرم نرم گھاس کا احساس ہوا۔ اُس نے آنکھیں کھول دیں۔ کیا دیکھتا ہے کہ وہ ایک پہاڑی علاقے میں گھاس کے ایک گٹھے پر پڑا ہوا ہے۔ اِرد گِرد دُور دُور تک چٹانوں اور پہاڑیوں کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ وہ ہڑبڑا کر اُٹھا اور قریبی چوٹی پر چڑھنے لگا۔ وہ زیادہ اُوپر نہ گیا ہو گا کہ ایک بڑی ٹول کے پیچھے اُسے ایک غار کا دہانہ دکھائی دیا۔ غار کے اُوپر نیچے دائیں بائیں چار اژدھے بیٹھے پھنکار رہے تھے۔

یہ دیکھ کر عُمرو کو کوکب کی بات یاد آ گئی۔ اُسے یقین ہو گیا کہ یہ غِربال جادُو کی پناہ گاہ ہے۔ میدانِ جنگ اور اس کی لشکر گاہ یہاں سے زیادہ دُور نہیں ہے۔ طلِسم نُور

افشاں سے آناً فاناً یہاں پہونچ جانے پر اُسے خوشی کے ساتھ حیرت بھی ہو رہی تھی۔ وہ سوچنے لگا:

"کوکب یقیناً میرا حامی اور دوست ہے۔ بہ ظاہر اس نے ناراض ہو کر مجھے دھکّا دیا۔ لیکن اس کا مطلب یہی تھا کہ میں جلد سے جلد یہاں پہنچ کر غِربال جادُو کا خاتمہ کر کے اپنے ساتھیوں کو اس کے جال سے چھُڑاؤں ۔ ہو سکتا ہے کہ افراسیاب ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں آ پہنچا ہو یا آنے ہی والا ہو۔ اگر میں کوکب کے دربار میں ہی رہ جاتا تو میرے ساتھیوں کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی۔ یقیناً غِربال جادُو اس وقت اپنے غار میں موجودہ ہے۔ اور میرے ساتھی اس وقت اُس کے جال میں لٹکے ہوئے ہیں۔"

عُمرو کا یہ خیال سو فیصد درست تھا۔ جب غِربال جادُو نے ملکہ مہ رُخ کی فوج کا جنگ میں غلبہ دیکھ کر اپنا طِلِسمی جال آسمان پر پھینکا اور مہ رُخ کی فوج کے لوگ اس جال میں پھنس کر لٹکنے لگے تو غِربال جادُو نے ملکہ حیرت سے بڑے فخر کے ساتھ کہا۔ "ملکہ صاحبہ! بارگاہ سے نِکل کر دُشمنوں کا حال ملاحظہ فرمائیں۔"

ملکہ حیرت فوراً ہی غِرباِل کے ساتھ باہر نِکل کر گرفتار دُشمنوں کی حالت کا معائنہ کرنے لگی۔ عُمرو، مہ رُخ اور ہزاروں باغیوں کو جال میں لٹکا ہوا دیکھ کر اُس کا دل باغ باغ ہو گیا۔ یہ منظر اُسے بڑا ہی دلچسپ محسوس ہوا۔ دُشمنوں کا بغور جائزہ لینے پر اُسے پتا چلا کہ ویسے تو سب ہیں مگر عُمرو عیّار کے عیّار شاگرد نہیں ہیں۔ اس نے غِرباِل جادُو سے کہا:

"میں شہنشاہ کو یہ دلچسپ منظر دیکھنے کے لیے دعوت نامہ بھیج رہی ہوں۔ ان کے آنے میں کچھ وقت لگے گا۔ عُمرو کے عیّار شاگرد جال میں نہیں ہیں۔ اِن سے اِحتیاط برتنا ضروری ہے۔ تم جا کر اپنی پناہ گاہ میں قیام کرو۔ جیسے ہی شہنشاہ تشریف لائیں گے، میں تمہیں بُلوا بھیجوں گی۔"

ملکہ حیرت کی اس ہدایت کے مطابق غِرباِل جادُو اپنی پناہ گاہ میں جا کر آرام کرنے لگا۔ جس وقت عُمرو غِرباِل کی غار کے سامنے پہنچا، افراسیاب باغِ سیب سے روانہ ہو رہا تھا اور ملکہ حیرت اُس کے اِستقبال کی تیّاریاں کر رہی تھی۔

عُمرو جانتا تھا کہ غِربال جادُو کی پناہ گاہ میں داخل ہونا مشکل ہے۔ اسی طرح اسے باہر بُلا کر دھوکے سے ہلاک کرنا بھی آسان نہیں۔ یہی باتیں سوچ کر اس نے ملکہ حیرت کی ایک خواص کا بھیس بھرا۔ زنبیل میں سے سونے کی تھالی اور خوان پوش نکالا۔ طرح طرح کے خوش رنگ پکوان تھالی میں سجا کر اُس پر خوان پوش ڈھانپا اور غار کے دہانے سے دُور کھڑا ہو کر غِربال جادُو کو آوازیں دینے لگا۔

غِربال جادُو سمجھا شاید شہنشاہ تشریف لے آئے ہیں اور ملکہ حیرت نے وعدے کے مطابق کِسی کو اِطّلاع دینے بھیجا ہے۔ وہ جلدی سے غار کے باہر آ گیا اور نقلی خواص سے سوال کیا۔ ”کیا شہنشاہ افراسیاب تشریف لے آئے ہیں؟“

نقلی خواص نے جواب دیا۔ ”جی نہیں، ابھی ان کے آنے میں دیر ہے۔ آپ نے جو کارنامہ انجام دیا ہے اُس کی خوشی میں ملکہ حیرت نے اپنے ہاتھ سے کچھ پکوان پکائے ہیں۔ وہی لے کر حاضر ہوئی ہوں۔ ملکہ نے اپنے سر کی قسم دے کر کہا ہے کہ آپ یہ پکوان کھائیں اور جب تک میں شہنشاہ کی آمد کی اِطّلاع نہ ملے غار ہی میں آرام کریں۔“

ملکہ کی یہ عنایت دیکھ کر غِربال جادُو کی باچھیں کھِل گئیں۔ فخر سے اُس کا سینہ پھُول گیا۔ گردن اکڑ گئی۔ اُس نے لپک کر کنیز سے تھالی لی اور پکوان کھاتا ہوا اپنی پناہ گاہ میں داخل ہو گیا۔

عُمرو کو اندازہ ہو چکا تھا کہ میدانِ جنگ یہاں سے کس طرف اور کتنی دُور ہے۔ جب غِربال جادُو پکوان کھاتا ہوا اپنی پناہ گاہ میں داخل ہو گیا تو ایک چٹان کی اوٹ میں ہو کر عُمرو نے اپنا نقلی بہروپ ختم کیا اور قریبی درّے کو پار کر کے ایک سمت تیزی سے دوڑنے لگا۔ وہ جلد سے جلد اس میدان میں پہنچ جانا چاہتا تھا جہاں اُس کے ساتھی غِربال جادُو کے طلسمی جال میں لٹک رہے تھے۔ اسے اندیشہ تھا کہ غِربال جادُو کے مرنے پر جب جال ٹوٹے گا تو اس کے ساتھی نیچے گر کر زخمی ہو جائیں گے۔

اب آپ سوچیں گے کہ عُمرو کو غِربال جادُو کے مر جانے کا یقین کیسے ہو گیا؟ بات یہ ہے کہ اس نے غِربال جادُو کو پکوان کھاتے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا اور پکوان میں دوائے بے ہوشی کے بجائے ایسا خطرناک زہر شامل تھا جو پیٹ میں

پہنچنے کے چند ہی لمحوں بعد پیٹ کو مشک کی طرح پھُلا دیتا تھا۔ اس کے بعد جلد ہی جسم کی ساری رگیں پھٹ جاتی تھیں۔

ملکہ حیرت کی جادُو کی جاگیر میں گھِر جانے پر عُمرو اس خطرناک زہر کا تجربہ کر چکا تھا۔ وہ زبردست جادُوگر جِن تک طلِسمی حفاظت کے سبب عُمرو کا ہاتھ نہ پہنچ پاتا تھا، یا جن پر کوئی حربہ کارگر نہ ہوتا تھا، اِسی زہر سے ہلاک ہوئے تھے۔

اب ایک جانب عُمرو تیزی کے ساتھ میدان کی جانب چلا جا رہا تھا اور دوسری طرف افراسیاب اُڑا آ رہا تھا۔ دونوں اپنی اپنی سوچ کے ساتھ غِربال جادُو کے جال کی طرف بڑھتے چلے آ رہے تھے۔ لیکن دونوں میں سے کوئی آدھے سے زیادہ فاصلہ طے نہ کر پایا تھا کہ زبردست تاریکی نے پہاڑوں کو ڈھانپ لیا۔ زور دار آندھیاں چلنے لگیں۔ رونے پیٹنے کی طلِسمی آوازیں ہر طرف گونجنے لگیں۔ چند لمحے بعد رفتہ رفتہ سنّاٹا چھا گیا۔ پھر دردانگیز آواز میں کسی کے یہ الفاظ دُور دُور تک سنائی دیے۔ "عُمرو عیّار نے مجھے زہر دے کر ہلاک کیا۔ میرا نام غِربال جادُو تھا۔"

اس آواز کے ساتھ ہی وہ طلسمی جال جس میں مہ رُخ اور اُس کی فوج کے لوگ لٹکے ہوئے تھے، دُھواں بن کر غائب ہو گیا۔ دیر تک لٹکے رہنے کے سبب تقریباً سبھی بے حال ہو چکے تھے۔ کتنوں کی آنکھیں اُبل پڑی تھیں۔ کتنے بے ہوش ہو چکے تھے۔ کتنوں کی زبانیں باہر نکل آئی تھیں۔ جال کے غائب ہوتے ہی سب پکے ہوئے پھلوں کی طرح زمین کی طرف چلے۔ ملکہ مہ رُخ، شکیل، بہار، مخمُور، فرمانیہ، کاکُل کشا، ناگن بجلی اور رعد جیسے لوگوں کی حالت کچھ بہتر تھی۔ ساری فوج کو ایک ساتھ بے بسی کے عالم میں بلندی سے زمین کی طرف گرتے دیکھ کر انہوں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور جلدی جلدی منتر پڑھ کر گرنے والوں کو چوٹ سے بچانے کا انتظام کیا۔ کسی کے منتر سے ایک بہت بڑا حفاظتی جال نیچے تن گیا جس پر گر کر ہزاروں آدمی بچ گئے۔ کسی کے منتر سے زمین پر دُور دُور تک نرم گھاس پیدا ہو گئی۔ کسی کے منتر سے گرنے والوں کو طلسمی پرندوں نے اپنی پیٹھ پر سنبھال لیا۔ غرض کہ چند ایک کے سوا کسی کو خاص چوٹ نہیں آئی۔ سب آرام سے زمین پر پہنچ گئے۔

اب میدانِ جنگ میں ان پر حملہ کرنے والا کوئی نہ تھا۔ غِربال جادُو کی فوج کب کی اپنی چھاؤنی میں جاچکی تھی اور بہت دُور ملکہ حیرت افراسیاب کے اِستقبال کی تیّاریاں کر رہی تھی۔ ملکہ مہ رُخ نے سحر پڑھ کر اپنی فوج کے لوگوں کی کمزوری دُور کی اور فتح کے شادیانے بجائی ہوئی اپنی چھاؤنی کی طرف چل دی۔

نقّاروں کی آواز سُن کر ملکہ حیرت جب اُس طرف متوجہ ہوئی تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ نہ طلِسمی جال کہیں نظر آ رہا تھا نہ اِس میں لٹکے ہوئے قیدی۔ البتّہ ملکہ مہ رُخ فتح کے شادیانے بجائی ہوئی اپنے فوج کے ساتھ اپنی چھاؤنی کی طرف جاتی دکھائی دی۔ حیرت کے غصّے کی اِنتہا نہ رہی۔ اس نے اپنی ساری فوج کو کمر بندی کرنے اور ملکہ مہ رُخ کی فوج پر ٹوٹ پڑنے کا حکم دیا۔

اس موقع پر مُصوِّر جادُو ملکہ حیرت کے پاس پہنچا۔ اس نے باغیوں کا خاتمہ کرنے کا عہد کر رکھا تھا۔ مگر اپنی کاروائی شروع کرنے سے پہلے وہ اپنے خفیہ پناہ گاہ میں سارے باغیوں کی تصویریں بنانے میں مصروف تھا۔ ملکہ حیرت کو فوج کشی سے منع کرتے ہوئے شہنشاہ کا اِنتظار کرنے کی تلقین کی۔

دونوں میں باتیں ہو رہی تھیں کہ افراسیاب بھی آ پہنچا۔ ملکہ حیرت نے اُس سے کہا۔ ”غِربال جادُو نے عُمرو سمیت تمام باغیوں کو اپنے جال میں لٹکا دیا تھا۔ چند لمحے پہلے تک وہ سب اِسی حالت میں تھے۔ پھر اچانک چھوٹ گئے۔ یقیناً کسی نے غِربال جادُو کو اس کی پناہ گاہ میں پہنچ کر ہلاک کر دیا ہے۔ یہ کام عیّاروں کے بس کا نہیں۔ ضرور یہ کسی ہمارے ہی سردار نے غدّاری کی ہے۔ حضور کتابِ سامری دیکھ کر پتا لگائیں۔ دُشمن سے پہلے ہمیں غدّار کی گردن ناپنی چاہیے۔“

افراسیاب نے خاموشی کے ساتھ کتابِ سامری نکالی اور اُس میں لکھی ہوئی حقیقت کا ملاحظہ کرنے لگا۔ عبارت پڑھ کر اُس نے کچھ دیر خاموشی اختیار کی پھر کہنے لگا۔ ”غِربال جادُو کو عُمرو نے زہر سے ہلاک کیا ہے۔“

ملکہ حیرت سے ضبط نہ ہو سکا۔ وہ بیچ میں بُول پڑی۔ ”مگر عُمرو کو میں نے خُود اپنی آنکھوں سے جال میں لٹکا ہوا دیکھا تھا۔ وہ غِربال جادُو کی پناہ گاہ تک کیسے پہنچا؟“

افراسیاب نے جواب دیا۔ ”تم ٹھیک کہتی ہو ملکہ۔ بے شک عُمرو بھی جال میں

گرفتار تھا مگر اُسے ملکہ بُرّاں اُٹھا کر طِلسم نور افشاں لے گئی تھی اور کوکب نے اُسے غِربال جادُو کی پناہ گاہ تک پہنچایا۔"

ملکہ حیرت نے یہ سُنتے ہی زانوؤں پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "ہے ہے! یہ تو غضب ہو گیا۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ طِلسم نور افشاں کا بادشاہ کوکب بھی ہمارے دُشمنوں سے مِل گیا ہے۔"

مُصوِّر جادُو کی تیوریوں پر بَل پڑ گئے۔ وہ بولا۔ "کوئی پروا نہیں۔ اگر کوکب نے پھِر دُشمنوں کی مدد کی تو اِس کی بھی تصویر بناؤں گا۔ اتنا ذلیل کروں گا کہ طِلسم ہوش رُبا ہی میں نہیں، طِلسم نور افشاں میں کسی سے نگاہ نہ ملا سکے گا۔"

افراسیاب نے تسلّی دیتے ہوئے کہا۔ "فکر نہ کیجیے۔ میں عنقریب چاہِ زمُرّد پر، کہ دنیا بھر کے جادُوگروں کی زیارت گاہ ہے، میلا لگانے کا اِنتظام کرتا ہوں۔ سامری کی عنایت سے سارے معاملے خواہش کے مطابق نپٹ جائیں گے۔ نہ رہے گا بانس، نہ بجے کی بانسری۔"

یہ کہہ کر افراسیاب اِن سے رُخصت ہو کر اُلٹے پاؤں باغِ سیب واپس ہو گیا۔ مُصوِّر جادُو اس وقت تک بہت سے باغی سرداروں کی تصاویر تیّار کر چکا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ اگر میلے سے پہلے ہی میں نے باغیوں کا خاتمہ کر دیا تو میرا بڑا نام ہو گا۔ افراسیاب اور میلے میں اکٹھے ہونے والے دوسرے طلِسم کے بادشاہوں پر میرا سِکّہ بیٹھ جائے گا۔

اسی خیال سے اس نے ملکہ حیرت کو جنگ کے نقّارے بجوانے پر آمادہ کر لیا۔ نقّاروں کی آوازیں گونج پیدا کرنے لگیں تو وہ وہاں سے سیدھا اپنی فوج میں جا پہونچا اور فوج کو جنگ کے لیے تیّار کرنے لگا۔

یہ وہ وقت تھا کہ ملکہ مہ رُخ کی چھاؤنی میں عُمرو بھی پُہنچ چکا تھا اور سب غِربال جادُو پر فتح پانے کی خوشیاں منا رہے تھے۔ ملکہ مہ رُخ، ملکہ بہار، ملکہ مخمُور تینوں اس بات پر بے حد مسرور تھیں کہ عُمرو طلِسم نُور میں جا کر شاہ کوکب سے مل آیا ہے اور کوکب نے ناراض ہونے کے باوجود عُمرو سے بدی نہیں کی۔ خاص طور پر ملکہ مخمُور کا خیال تھا کہ ضرورت پڑنے پر کوکب عُمرو کو نہ صرف معاف کر سکتا

ہے بلکہ افراسیاب کے خلاف کچھ نہ کچھ مدد بھی دے سکتا ہے۔

وہ سب انہی باتوں میں مگن تھے کہ ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں بجتے ہوئے جنگی نقّاروں کی آواز نے انہیں چونکا دیا۔ تھوڑی دیر بعد جاسوسوں نے آکر اِطّلاع دی۔ ”جنگی نقّارے مُصوِّر جادُو کے نام پر بجائے جا رہے ہیں۔ کل صبح وہ ہم سے جنگ کرے گا۔“

مُصوِّر جادُو کا نام سُنتے ہی ملکہ مہ رُخ سمیت سارے سرداروں اور شہزادیوں کے حلق خُشک ہو گئے۔ سب جانتے تھے کہ وہ سامری کا پوتا ہے اور زبردست جادُوگر ہے۔ جس کی تصویر بنا کر مُقابلے پر آتا ہے اُسے نیچا دِکھا کر ہی چھوڑتا ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ اس کی موت کا راز کوئی نہیں جانتا، کسی کا کوئی بھی حربہ اُسے ہلاک نہیں کر سکتا۔

سرداروں کو گُم سُم دیکھ کر عُمرو نے نقّارچیوں کو حکم دیا کہ ”خدا کا نام لے کر ہمارے لشکر میں بھی طبل بجائے جائیں۔ اگر مُصوِّر زبردست ہے تو ہمارا خدا سب

سے زیادہ زبردست ہے۔"

عُمرو کے اِن الفاظ سے سرداروں اور شہزادیوں کے حوصلے بُلند ہو گئے اور سب اپنے اپنے خیموں میں جا کر جادُو جگانے لگے۔ جنگی طبل گرج گرج کر لوگوں کے دِلوں میں جوش اُبھارنے لگے۔

مہ رُخ کے لشکر کے طبلِ جنگ کی آوازیں ملکہ حیرت نے بھی سُنیں۔ احتیاطاً اس نے اسی وقت افراسیاب کو یہ اِطّلاع بھیج دی کہ مُرشد زادے نے کل صبح غدّاروں سے جنگ کرنے کا اعلان کیا ہے۔ دُشمن بھی آمادہ نظر آتا ہے۔ کل ضرور خطرناک جنگ ہو گی۔

دوسرے دن ایک طرف مہ رُخ کا لشکر میدان میں نِکلا اور دوسری جانب نے مُصوِّر جادُو کا۔ افراسیاب اطلاع پا کر باغِ سیب سے شہرِ ناپُرساں جا پُہنچا اور طِلسمی گُنبدِ نور پر بیٹھ کر، جہاں سے میدانِ جنگ کا منظر صاف نظر آتا ہے، دونوں لشکروں کا مُقابلہ دیکھنے لگا۔

مُصوِّر جادُو ایک ایسے گرانڈیل شیر پر سوار تھا جس کے روئیں روئیں سے شُعلے نکل رہے تھے۔ دشمن کو مُقابلے کے لیے صف بستہ دیکھ کر اُسے سخت جوش آیا۔ شیر کو آگے بڑھا کر وہ تنہا دُشمنوں کے قریب پہنچا اور للکار کر کہنے لگا۔

”اے بدبختو! تمہاری شرارتیں انتہا کو پہنچ چکی ہیں۔ تم نے شہنشاہِ طلِسم ہوش رُبا کو اِس قدر تنگ کیا کہ مُجھے تمہاری نصیحت کے لیے آنا پڑا۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں خداوند سامری کا پوتا ہوں، شہنشاہ سے بے وفائی کر کے اپنے دین و ایمان سے مُنہ موڑ کر تم نے خود اپنی تباہی کو دعوت دی ہے۔ پھر بھی میں آخری بار تمہیں سمجھاتا ہوں۔ توبہ کا دروازہ اب بھی تمہارے لیے کھُلا ہے۔ لیکن زیادہ مُہلت نہ ملے گی۔ جو بھی اپنے اوپر رحم کرنا چاہتا ہو، ہتھیار اور جھولی سحر کی پھینک کر سر جھکائے اور ہاتھ باندھے میرے لشکر میں جا پہنچے۔ جسے اپنی جان پیاری نہ ہو سرکشی پر مغرور ہو، یہیں ٹھہرے، چند لمحوں بعد میں ان پر اپنا عذاب نازل کروں گا۔“

مُصوِّر جادُو کی اِن باتوں سے ملکہ مہ رُخ کی فوج میں سنّاٹا چھا گیا۔ سپاہیوں اور

سرداروں کے چہرے زرد پڑ گئے لیکن کوئی بھی اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ ملکہ بہار جادُو کو یہ سُن کر سخت غیرت آئی اور دُور سے اشارے کے ذریعے اُس نے ملکہ مہ رُخ سے اجازت لی اور اپنے طلِسمی مور کو دوڑاتی ہوئی مُصوِّر جادُو کے سامنے جا ڈٹی۔ جھولی سے جادُوئی گُلدستہ نکال کر اس نے مُصوِّر کو للکارا۔ ''سامری کے بدنصیب پوتے! اپنے عذاب کا نمونہ مُجھے تو دِکھا۔''

مُصوِّر بہار کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر پہلے ہی تیّار ہو چکا تھا۔ اس نے جھولی سے ایک صندوقچی نکالی اور اس میں سے ملکہ بہار کی تصویر نکال کر اُس کی طرف پھینکی۔ عین اُسی وقت بہار نے بھی اپنا گُلدستہ مُصوِّر کی طرف پھینکا۔ تصویر نے لپک کر وہ گُلدستہ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ تصویر نے مُسکراتے ہوئے اصلی بہار سے کہا۔ ''کیوں بہن! کیا ہم سے خفا ہو؟''

یہ کہہ کر اُس نے ملکہ بہار کا گُلدستہ قہقہہ لگا کر ہوا میں اُچھال دیا۔ قہقہے کے ساتھ ہی تصویر کے مُنہ سے طلِسمی شُعلے نِکلے اور بہار کے گُلدستے کے پھُول ان شعلوں سے جل کر راکھ ہو گئے۔ بہار کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا مگر پھُرتی سے اُس نے

ایک اور گُلدستہ نِکال کر تصویر کی طرف پھینک دیا۔ تصویر نے اُسے بھی قہقہے کے شُعلوں سے جلا دیا اور جلدی سے ایک آئینہ نکال کر ملکہ بہار کے سامنے کر دیا۔ بہار اس آئینے کو دیکھ کر تھر تھر کانپنے لگی اور اُس کی گھِگھی بندھ گئی حتیٰ کہ بے ہوش ہو کر دھڑام سے گِر پڑی۔

تصویر نے لپک کر بہار کو پنجوں میں دبوچا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اُسے مُصوِّر جادُو کی چھاؤنی میں لے اُڑی۔

ملکہ مہ رُخ، ملکہ مخمُور، شکیل، ناگن، رعد اور دوسرے نامور سردار اپنی فوجوں کو للکارتے ہوئے بڑھے اور چاروں طرف سے مُصوِّر جادُو پر پل پڑے۔ ہر جانب سے صدہا فولادی گولے، ناریل، تُرنج، آتشیں اژدھے، انگارے، اور پتھّر مُصوِّر جادُو پر برسنے لگے۔ ان حملوں کو اپنے جادُو سے رد کرتے ہوئے مُصوِّر جادُو نے صندوقچی سے دوسری تصویریں بھی نکال نکال کر دُشمن کی طرف اُچھال دیں۔ اب ایک عجیب معاملہ لشکر مہ رُخ کو درپیش تھا۔

ملکہ مہ رُخ جو منتر پڑھ کر وار کرتی، وہی منظر اُس کے خلاف اُس کی تصویر پڑھتی۔ ملکہ مخمُور جو جادُو مُصوِّر جادُو پر کرنا چاہتی، وہی جادُو اُس کی تصویر اُس کی طرف لوٹا دیتی۔ جس طرح ناگن بجلی تڑپ کر مُصوِّر کی طرف بڑھتی اُسی طرح اس کی تصویر اُس پر اور اُس کے لشکر پر ٹوٹ پڑتی۔ جس طرح رعد چنگھاڑتا، اس کی تصویر بھی اسی طرح چنگھاڑتی۔

تصویر پر تو کسی کا جادُو اثر انداز نہ ہوتا البتّہ تصویر کا پلٹایا ہوا جادُو ملکہ مہ رُخ کی فوج میں تباہی مچا دیتا۔ صدہا سپاہی آگ کے شعلوں میں جلنے لگے۔ صدہا فولادی گولوں سے ہلاک ہونے لگے۔ سینکڑوں کی کھوپڑیاں چٹخ گئیں۔

عُمرو اور اس کے شاگرد عیّار دُور سے یہ منظر دیکھ رہے تھے اور افسوس کر رہے تھے کہ بس اب کوئی دم میں ان کے لشکر کو شکست فاش ہوا چاہتی ہے۔ تصویر کے علاوہ مُصوِّر کی ساری فوج بھی ہمارے ساتھیوں پر ٹوٹ پڑی ہے۔

مہتر قیران سے صبر نہ ہو سکا۔ اُس نے عُمرو سے کہا۔ ”استاد! یہ تباہی مجھ سے نہیں

دیکھی جاتی۔ اجازت دیجیے یا تو جا کر جان دوں یا لشکر کو بچانے کے لیے کوئی تدبیر کروں۔" عُمرو کچھ دیر خاموشی سے سوچتا رہا اس کے بعد پھر بولا: "تم میرے سب سے لائق شاگرد ہو۔ تمھیں کچھ ہو گیا تو میرا سہارا ٹوٹ جائے گا۔ میں خود ہی جا کر کچھ کرتا ہوں۔ پکڑا جاؤں تو بے شک چھڑانے کی کوشش کرنا۔ یہ کہہ کر وہ برق فرنگی سے بولا۔ "دوڑتا ہوا جا اور اپنے لشکر کے کِسی نامور جادُوگر سردار کو بُلالا۔"

برق یہ اشارہ پاتے ہی میدانِ جنگ کو بھاگا۔ وہاں اُسے ملکہ مہ سُرخ مُو کاکل کُشا مل گئی۔ جیسے ہی برق نے اُسے عُمرو کا حکم سُنایا تو وہ اپنا طِلسمی مور اُڑاتی ہوئی عُمرو کے پاس پہنچ گئی۔

عُمرو نے اُس سے کہا۔ "جلدی سے ایک جادُوئی اُڑن تخت میرے لیے مہیّا کرو۔ شرط یہ ہے کہ وہ میرے اشارے کے مطابق اُڑ سکے۔"

سُرخ مُو نے سحر پڑھ کر تالی بجائی، ایک چھتری دار تخت سامنے آموجود ہوا۔

اس کے سامنے کے دونوں پایوں پر دو چھوٹے اور گول آئینے لگے ہوئے تھے۔ سرخ مُو نے عُمرو سے کہا۔ ”ان آئینوں کے سبب یہ تخت آپ کی آنکھ کے اِشارے کے مُطابق پرواز کرے گا۔“

عُمرو نے سرخ مُو کو رُخصت کیا اور خود کو ایک سیاہ فام جادُو گر کا بھیس بنا کر اس تخت پر ہو بیٹھا۔ گلے میں سامری اور جمشید کی تصویریں لٹکائیں، فاسفورس کا بھبھوت ملا، کہ جسم سے شعلے نکلتے دکھائی دینے لگے۔ یہ سوانگ رچا کر عُمرو تخت کو اُڑاتا ہوا میدانِ جنگ میں آیا۔ جادُو کے پانی کی وہ بوتل جو افراسیاب نے ایک موقع پر ہوشیار جادُو کو دے کر ملکہ مہ رُخ کے مُقابلے پر بھیجا تھا اور جو بعد میں عُمرو نے اس سے چھین لی تھی، اس وقت عُمرو کے ہاتھ میں تھی۔ اس بوتل کے پانی کی یہ تاثیر تھی کہ بڑے بڑے جادُوگروں کو بے حال اور بے ہوش کر دیتی۔

عُمرو نے اس بوتل کا پانی دُشمنوں اور مُصوِّر جادُو کی بنائی ہوئی تصویروں پر چھڑکنا شروع کر دیا۔ جس دشمن پر اس کا چھینٹنا پڑتا، وہ بے ہوش ہو جاتا اور جس تصویر پر اُس کا چھینٹا پڑتا بھق سے جل کر راکھ ہو جاتی۔

عُمرو کی اس کارگزاری سے جنگ کا نقشہ بدلنے لگا۔ مہ رُخ کی فوج جو دل ہار چکی تھی اس اجنبی جادُوگر کے کارنامے دیکھ کر پیر جمانے اور بڑھ چڑھ کر دُشمن پر حملہ کرنے لگی۔ سرداروں کے حوصلے بُلند ہو گئے اور مُصوِّر کی فوج میں افراتفری مچ گئی۔

مُصوِّر نے یہ رنگ دیکھ کر عُمرو کو گھیر لینے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی بہت سی نئی تصویریں صندوقچی سے نِکال کر عُمرو کی طرف پھینکیں۔ عُمرو نے فوراً ہی کرامتی چھولداری نکال کر سر پر تال لی۔ تصویریں ہاتھ میں آئینے لیے عُمرو کی طرف بڑھنے لگیں مگر چھولداری کی کرامت سے عُمرو پر ان آئینوں کا کوئی بھی اثر نہ ہوا۔ اس پر تصویر میں ہاتھ میں ترشول لیے عُمرو پر ٹوٹ پڑیں۔ عُمرو جانتا تھا کہ یہ تصویریں اس کے قریب پہنچنے کی کوشش کریں گی۔ اس لیے اُس نے جادُو کا پانی اُن پر ضائع نہ کیا۔ جو تصویر بھی کرامتی چھولداری کے سائے میں پہنچ کر عُمرو پر وار کرنے کی کوشش کرتی جل بھُن کر راکھ ہو جاتی۔ چند ہی لمحوں میں ساری تصویریں ختم ہو گئیں۔ سردارانِ لشکر جو ان تصویروں سے پریشان تھے سنبھل

گئے اور جان توڑ کر مُصوِّر کی فوج پر حملہ کرنے لگے۔ اس موقع پر عُمرو نے مُصوِّر جادُوجو اپنی فوج کے بیچ میں کھڑا اُسے لڑا رہا تھا، للکارا۔ ”او نامراد! تو کیسا سامری کا پوتا ہے کہ اپنی فوج کو کٹواتا ہے، خود سامنے آنے سے گھبراتا ہے۔“

مُصوِّر یہ سُنتے ہی غصّے سے پاگل ہو گیا اور اپنا شیر دوڑاتا ہوا بکنے لگا۔ ”او خبیث! تو نے میری ساری تصویریں برباد کر دیں۔ کتنی محنت سے بنائی تھیں۔ ٹھہر ارہ! ہر گز بچ کر نہ جانے دوں گا۔“

کچھ دُور جانے کے بعد اُس نے ایک ناریل ہوا میں اُچھالا۔ چار طِلسمی پتلے شمشیر لیے پیدا ہوئے اور ایک ساتھ عُمرو پر جھپٹ پڑے۔ عُمرو نے ان سب پر جادُو کے پانی کے چھینٹے مارے۔ چاروں پُتلے دھواں بن کر اُڑ گئے۔ مُصوِّر کوئی دوسرا جادُو کرنا چاہتا تھا کہ عُمرو نے تخت کو اُس کی طرف اُڑایا اور بوتل کا پانی اس پر چھڑکتے ہوئے للکارا۔ ”لے! اپنا حصّہ تو بھی لے۔“

چھینٹا پڑتے ہی مُصوِّر بے ہوش ہو کر زمین پر گِرا، لیکن اس کی بیوی صُورت نِگار

فوراً ہی اُسے لے اُڑی۔ مُصوِّر کی فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔

مُصوِّر کی دُرگت

افراسیاب گنبدِ نور سے جنگ کا تمام حال دیکھ رہا تھا۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ یہ پراسرار جادُوگر کون ہے جس نے آناً فاناً جنگ کا پانسہ پلٹ دیا۔ مُصوِّر جیسے زبردست جادُوگر کے حربے ناکام بنادیئے اور اس پر غالب آگیا؟

تھک ہار کر اُس نے کتابِ سامری کھول کر دیکھی۔ لکھا تھا۔ "یہ پراسرار جادُوگر عُمرو ہے۔ اس نے اُسی جادُوئی پانی سے مُصوِّر جادُو پر غلبہ پایا ہے جو تُو نے اپنے سردار ہوشیار جادُو کو دے کر باغیوں کے خاتمے کے لیے بھیجا تھا۔ مُصوِّر جادُو اِسی پانی کے چھینٹے سے بے ہوش ہو گیا ہے اور سامری کے کنویں کے پانی کے بغیر ہوش میں نہ آئے گا۔"

یہ حال معلوم کر کے افراسیاب دل میں سخت پشیمان ہوا کہ اُسی کا حربہ اُس کے

خیر خواہوں کی مصیبت کا سبب بنا۔ اس نے ایک خط لکھ کر طلِسمی پنجے کے حوالے کیا کہ جا کر ملکہ حیرت کو پہنچائے۔ مضمون یہ تھا۔ ”دُشمن کا غلبہ ہے۔ مُصوِّر کا لشکر تباہ ہوا چاہتا ہے۔ خط دیکھتے ہی امان کا طبل بجوا کر لشکر کو بچاؤ۔ میں سامری کے کنویں پر جا رہا ہوں۔ جلد ہی اُس کا پانی بھیجوں گا۔ وہ پانی مُرشد زادے پر چھڑکنا کہ ہوش آئے۔ دو ایک روز میں تم باغِ سیب میں پہنچو۔ میلے میں ابھی کچھ وقت لگے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ اُس سے پہلے تم خداوندِ جمشید کی طلِسمی انگوٹھی حاصل کرو۔“

پنجے نے آناً فاناً افراسیاب کا خط ملکہ حیرت کو پہنچا دیا اور اُس نے امان کے نقّارے بجوانے شروع کر دیے۔ یہ وہ وقت تھا جب عُمرو اور مہ رُخ کی فوج مُصوِّر جادُو کے لشکر کا قتلِ عام کر رہی تھی۔ جوں ہی انہوں نے نقّاروں کی آواز سے معلوم کیا کہ دُشمن امان چاہتا ہے، سب نے اپنے ہاتھ روک لیے اور پھر فتح کے نقّارے بجاتے ہوئے اپنی چھاؤنی کی طرف چل دیے۔ مُصوِّر کا تباہ حال لشکر اپنی چھاؤنی میں جا پہنچا۔

مہ رُخ کی چھاؤنی میں ہر زبان پر پُراسرار جادُوگر کا چرچا تھا۔ بارگاہ میں پہونچ کر سارے جادُوگر اور سردار اُس کو تحفے اور نذرانے پیش کرنے لگے۔ وہ اس سے معلوم کرنا چاہتے تھے کہ وہ کون ہے اور کِس طرح اُن کی حمایت میں لڑنے کے لیے آ پہنچا۔ لیکن عُمرو سوائے اس کے کہ اپنا نام مَلَکُ الموت جادُو بیان کرتا کسی کو کوئی جواب نہ دیتا۔ اِتّفاق سے ملکہ سرخ مُو کاکل کُشا بھی دربار میں آ گئی۔ عُمرو کو اُڑن تخت اُسی نے مہیّا کیا تھا۔

سُرخ مو نے آتے ہی عُمرو کے ہاتھ چوم لیے اور جوش سے کہنے لگی۔ "واہ واہ خواجہ عُمرو! وہ کارنامے انجام دیے کہ ہمیشہ یادگار رہیں گے۔" اب جا کر دوسروں کو پتہ چلا کہ یہ مَلَکُ الموت جادُو صاحب اصل میں خواجہ عُمرو ہے۔ پھر تو خواجہ عُمرو زندہ باد کے نعروں سے دیر تک پوری چھاؤنی گونجتی رہی۔ تھوڑی دیر کے لیے سب بھُول گئے کہ ملکہ بہار جادُو دُشمن کی قید میں ہے۔

اُدھر کچھ دیر بعد افراسیاب کا بھیجا ہوا پُتلا سامری کے کنویں کا پانی ایک کوزے میں لیے ہوئے ملکہ حیرت کے پاس آ پہنچا۔ حیرت نے مُصوِّر کی بیوی ملکہ صُورت

نگار کو طلب کیا اور سامری پانی کا کوزہ اس کے حوالے کیا اور ہدایت کی کہ اسے اپنے شوہر پر چھڑک دے۔ صُورت نگار نے ویسا ہی کیا۔ مُصوِّر کو ہوش آ گیا۔ نہا دھو کر اور کپڑے تبدیل کر کے وہ اپنی بارگاہ میں جا بیٹھا۔ اتفاق سے وہاں صرصر عیّارہ موجود تھی۔ مُصوِّر نے اُس سے کہا۔ ”عُمرو کیسی کیسی عیّاریاں کرتا ہے مگر تم لوگوں سے کچھ نہیں ہوتا۔“

یہ سُنتے ہی صرصر کا چہرہ جوش سے تمتما اُٹھا۔ اس نے کہا۔ ”حضور ناراض نہ ہوں۔ میں بہت سے کارنامے انجام دے کر حضور سے انعام حاصل کر چکی ہوں۔ اسی وقت دُشمن کے لشکر میں جاتی ہوں۔ وہ ہنر دِکھاؤں گی حضور بھی قائل ہو جائیں گے۔“

یہ کہہ کر صرصر وہاں سے تیر کی طرح نِکلی۔ مہ رُخ کی بارگاہ میں جا کر اُس نے دیکھا کے عُمرو کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ دربار میں اور سب ہیں لیکن عیّار ضرغام نہیں ہے۔ اس نے سوچا عُمرو کو کسی ترکیب سے چھاؤنی سے باہر لے چلنا چاہیے پھر اسے پکڑ کر مُصوِّر کے پاس لے جاؤں گی اور سرخ روئی حاصل کروں گی۔

یہ سوچ کر ایک گوشے میں ضرغام کا بھیس بنایا اور بارگاہ میں عُمرو کے پاس پہنچ کو کہنے لگی۔ ”استاد! آپ یہاں بے فکر ہو کر بیٹھے ہیں، وہاں مُصوِّر ملکہ بہار کو قتل کرنے کے منصوبے بنا رہا ہے۔“

عُمرو یہ سُن کر چونک پڑا اور نقلی ضرغام کے ساتھ ہو لیا۔ دونوں چھاؤنی سے باہر نِکل پڑے۔ راستے میں ایک جگہ نقلی ضرغام نے عُمرو کے منہ پر بے ہوشی کا غبّارہ مارنا چاہا۔ عُمرو کو اُس کی چال ڈھال اور آواز پر پہلے ہی کچھ شبہ ہو چکا تھا۔ بہ ظاہر وہ اُس سے بے پروا تھا مگر ہر حرکت پر نظر رکھتا تھا۔ جیسے ہی صرصر نے غبّارہ عُمرو کے مُنہ پر لگایا عُمرو ڈبکی لگا گیا اور وار خالی گیا۔ دوسرے ہی لمحے عُمرو نے صرصر کو پکڑنے کی کوشش کی مگر وہ بھی حرفوں کی بنی ہوئی تھی۔ تڑپ کر اِس طرح اُچھلی کہ صاف نِکل گئی۔ پھر اُس کے بعد اس نے ایک لمحہ بھی اس زمین پر پیر نہ ٹِکائے۔ چھلانگیں لگاتی، قلابازیاں کھاتی، یہ جا وہ جا۔

عُمرو صرصر کو ڈھونڈتا پھر رہا تھا کہ اِتفاقاً مہتر قیران اور برق فرنگی اُسے مل گئے۔ تینوں نے مشورہ کر کے فیصلہ کیا کہ صرصر کو چھوڑ کر ملکہ بہار کو چھڑوانے کی فکر

کرنی چاہیے۔ تینوں اِس فیصلے کے مطابق الگ الگ مُصوِّر کی چھاؤنی کی طرف چل دیے۔

اتفاق سے عُمرو کی مُڈ بھیڑ مُصوِّر جادُو کی بار گاہ کے ایک چوب دار سے ہو گئی۔ بس پھر کیا تھا۔ اُسے ٹھکانے لگانے اور اُس کا بھیس بھر کے وہ بڑے اعتماد کے ساتھ مُصوِّر کے دروازے پر جاڈٹا۔ مُصوِّر خیمے کے اندر ملکہ بہار جادُو کو بُلا کر دھمکیاں دے رہا تھا۔ لیکن بہار بھی اُسے ڈرا رہی تھی کہ زیادہ اکڑ فوں مت دکھا۔ خواجہ عُمرو آتے ہی ہوں گئے۔ وہ دُرگت بنائیں گے کہ ساری شیخی بھول جائے گا۔

عُمرو یہ باتیں سُن کر دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی سوچتا جارہا تھا کہ آج تو مجھے واقعی مُصوِّر کو جی بھر کے ذلیل کرنا چاہیے۔ وہ اسی فکر میں تھا کہ اُسے سامنے سے صرصر آتی دکھائی دی۔ عُمرو نے پوری احتیاط برتی کہ عیّارہ کہیں اُسے پہچان نہ لے۔ لیکن وہ اُسے تاڑ ہی گئی۔ خیمے کے اندر پہنچتے ہی اس نے مُصوِّر کو چُپکے سے بتا دیا کہ عُمرو چوب دار کے بہروپ میں دروازے پر موجود ہے۔

اُدھر عُمرو کو بھی کچھ شک ہوا کہ صرصر پہچان گئی ہے۔ اُس کے اندر جاتے ہی اوٹ میں ہو کر چوب دار کی اچکن اور پگڑی اُتار کر زنبیل میں رکھی اور جلدی جلدی ایک جادُوگر کا بھیس بنا کر دروازے پر آ کھڑا ہوا۔ اتنے میں مُصوِّر بھی صرصر کو ساتھ لیے باہر آ گیا۔ وہاں بھلا وہ چوب دار کہاں تھا۔ مُصوِّر نے صرصر کو ڈانٹ بتائی۔ وہ کھسیانی ہو کر اِدھر اُدھر نظریں دوڑانے لگی۔ نقلی جادُوگر نے یہ دیکھ کر مُصوِّر سے پوچھا۔ "سردار کِسے تلاش کرتے ہیں؟" اس نے جواب دیا۔ "عُمرو کو۔ یہ عیّارہ کہتی تھی کہ یہیں چوب دار بنا کھڑا تھا۔"

نقلی جادُوگر نے کہا۔ "ممکن ہے اِس عرصہ میں اُس نے بھیس بدل لیا ہو۔ آپ کے پاس عُمرو کی تصویر ہے۔ دیکھ لیجیے۔ جس بھیس میں ہو گا ظاہر ہو جائے گا۔"

یہ بات مُصوِّر جادُو کو بھلی لگی۔ اُس نے تصویر نکال کر دیکھا۔ پتا چلا کہ یہ جادُوگر ہی عُمرو ہے۔

ابھی مُصوِّر تصویر سے نگاہ نہ ہٹا پایا تھا کہ عُمرو نے اُچک کر مُصوِّر اور صرصر کے سر

پر ایک ایک چپت لگائی اور پھرتی کے ساتھ عیّاری کی چادر اوڑھ کر غائب ہو گیا۔ مُصوِّر شرمندہ ہو کر بار گاہ میں داخل ہوا۔ صرصر نے مشورہ دیا کہ "حضور کسی تنہا خیمے میں جا ٹھہریں اور صرف دو معتبر ملازموں کے علاوہ کسی کو قریب نہ آنے دیں۔ میں عُمرو کو تلاش کرتی ہوں۔"

مُصوِّر نے کہا "فی الحال تمھیں اُسے کو تلاش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میرے ساتھ ہی رہو۔" یہ کہہ کر اس نے ایک خیمہ خالی کرایا۔ دو معتبر ملازمین ساتھ لیے اور بہار اور صرصر سمیت اس خیمے میں جا بیٹھا اور دوسرے خادموں کو منع کر دیا کہ "خبردار! جب تک میں نہ بُلاؤں کوئی خیمے کے قریب تک نہ آنے پائے۔"

ہڑبڑاہٹ میں سب جا تو بیٹھے لیکن کھانے پینے کا سامان کسی نے ساتھ نہ لیا۔ چند لمحوں بعد مُصوِّر کو اِس کا خیال ہوا۔ اُس نے دونوں خدمت گاروں کو حکم دیا کہ جا کر کھانے پینے کا سامان لے کر آئیں۔ وہ دونوں خیمے سے نکلے اور طعام خانے کی طرف چل دیے۔ عُمرو چادر اوڑھے تاک میں کھڑا تھا۔ خدمتگاروں کو دیکھتے ہی

اُس نے اپنی شکل اُن میں سے ایک جیسی بنائی اور غڑاپ سے خیمے کے اندر جا پہونچا۔ مُصوِّر یہ سمجھا کہ شاید خادم کوئی خاص فرمائش پوچھنے کے لیے پلٹ آیا ہے۔ لیکن صرصر پہلی ہی نظر میں تاڑ گئی کہ عُمرو ہے۔ اس نے مُصوِّر کو ہوشیار کر دیا۔ ''حضور! یہ خدمتگار نہیں عُمرو ہے۔''لیکن اس وقت تک عُمرو ان کے سروں پر پہنچ چکا تھا۔ صرصر کی بات پر چونک کر مُصوِّر نے نقلی خادم کی طرف نگاہ اُٹھائی ہی تھی کہ عُمرو نے اُچھل کر پھر دونوں کے سروں پر ایک ایک چپت لگائی اور نعرہ مارا۔ ''منم خواجہ عُمرو بن اُمیّہ۔''

مُصوِّر نے غصّے میں آ کر چاہا کوئی سحر کرے مگر خواجہ عُمرو اس سے پہلے ہی چادر اوڑھ کر غائب ہو گئے تھے۔ اِتنے میں دونوں خدمت گار کھانے پینے کی چیزیں لیے ہوئے خیمے میں داخل ہوئے۔ انہوں نے ساری چیزیں مُصوِّر اور صرصر کے سامنے قرینے سے چن دیں۔ صرصر نے مُصوِّر سے کہا۔ ''ان کا خیمہ کے اندر رہنا مناسب نہیں کیا۔ کیا پتا کہ دونوں میں سے کون اصلی ہے کون نقلی؟ انہیں حکم دیجیے کہ آرام کریں۔ البتہ کسی جانی پہچانی کنیز کو بھیج دیں۔''

مُصوِّر نے دونوں خدمت گاروں کو ہدایات دے کر رُخصت کر دیا۔ عُمرو دروازے پر ہی چادر اُوڑھے کھڑا تھا۔ خدمت گاروں کے جانے کے چند ہی لمحوں بعد وہ ایک کنیز کے بھیس میں ہاتھ میں مور چھل لیے خیمے کے اندر آ گیا اور مُصوِّر اور صرصر کے پیچھے کھڑا ہو کر اُن کے سروں پر مور چھل جھلنے لگا۔ اس وقت ملکہ بہار مُصوِّر اور صرصر کو کھری کھری سُنا رہی تھی اور بار بار عُمرو کا نام لے رہی تھی۔ مُصوِّر نے چڑ کر اُسے ڈانٹا۔ ''بس اب زبان کو لگام دے۔ جو ہوا سو ہوا۔ اب اگر تیرا حمایتی عُمرو اِدھر آیا تو ہر گز بچ کر نہ جانے پائے گا۔ تیرے ساتھ یہیں فرش پر بندھا ہو گا۔ ایسی ہی اُمّید ہے تو بُلا عُمرو کو۔ دیکھوں وہ چَر کٹا کِدھر سے آتا ہے۔''

یہ سننا تھا کہ عُمرو نے مور چھل پھینک کر ایک زور دار چپت مُصوِّر کے سر پر لگائی اور بولا۔ ''کمبخت! بے ادب! خواجہ عُمرو کو چَر کٹا کہتا ہے۔'' صرصر چھلانگ لگا کر اور خنجر تان کر دروازے کے سامنے کھڑی ہو گئی تا کہ عُمرو بھاگنے نہ سکے۔ اُدھر مُصوِّر بھی سمجھ گیا کہ یہ کنیز نہیں عُمرو ہے۔ عُمرو نے مُصوِّر کو ایک اور دھپ لگا کر

چاہا کہ عیّاری کی چادر اُوڑھ کر غائب ہو جائے مگر اِس مرتبہ مُصوِّر نے بہت زیادہ پھرتی سے کام لیا یا عُمرو نے غائب ہونے میں دیر کر دی۔ بہر حال، عُمرو زنبیل سے چادر نہ نکال پایا تھا کہ مُصوِّر نے منتر پڑھ کر اُس کا بدن سُن کر دیا۔ دوسرے سے لمحے عُمرو بہار کے برابر فرش پر بندھا پڑا تھا۔ ملکہ بہار کا چہرہ جوش و غصّہ سے سُرخ ہو رہا تھا اور آنکھوں سے بے بسی اور ندامت کے آنسو جاری تھے۔

یہ وہ وقت تھا جب مہتر قیران مُصوِّر کے ایک معتبر کارندے کو بے ہوش کر کے اُس کے بہروپ میں ڈیوڑھی پر آڈٹا تھا اور بارگاہ کے اندر جانے کے لیے موقع کی تاک میں تھا۔

مُصوِّر اور صرصر نے کچھ دیر بہار پر طنز کے نشتر چلا کر اپنا جی خوش کیا اور جب بہار اس صدمے سے بے ہوش ہو گئی تو انھوں نے فیصلہ کیا کہ عُمرو کی گرفتاری کی اطلاع ملکہ حیرت کو بھیجنا چاہیے اور جیسا وہ کہے ویسا کرنا چاہیے۔ چنانچہ خیمے کے دروازے پر موجود پہرے داروں کو مُصوِّر نے حکم دیا کہ ڈیوڑھی پر کوئی ہرکارہ موجود ہو تو اُسے بھیج دو۔"

چند لمحوں بعد مہتر قیران اس کے سامنے حاضر تھا۔ عُمرو کے گرفتار ہونے کے بعد مُصوِّر جادُو اُس کے شاگردوں کو بالکل ہی بھُول چکا تھا۔ اگر وہ غور سے دیکھتا تو اصلی اور نقلی ہرکارے کا کچھ نہ کچھ فرق اسے ضرور محسوس ہو جاتا۔ کیوں کہ جلدی میں ایک تو مہتر قیران اپنی آنکھوں میں بھینگا پن نہ پیدا کر سکا تھا۔ دوسرے اُس نے جس ڈھب پگڑی باندھ رکھی تھی وہ اصلی ہرکارے سے خاصا مختلف تھا۔

مُصوِّر نے اس سے کہا۔ "جا کر ملکہ حیرت کو میرا اسلام دے اور خبر کر دے کہ بہار کے علاوہ میں نے عُمرو کو بھی گرفتار کر لیا ہے۔"

نقلی ہرکارے نے ہاتھ جوڑ کر سَر جھکایا اور پھر پلٹ کر دوڑتا ہوا باہر نِکل گیا۔

اس وقت اتفاق سے برق فرنگی بھی مُصوِّر کی ایک معتبر کنیز کو ٹھکانے لگا کر اُس کے بھیس میں بارگاہ میں موجود تھا۔ جن خدمت گاروں سے مُصوِّر نے کنیز کو بھیجنے کے لیے کہا تھا انہوں نے جا کر اسی سے کہا۔ برق تو خدا سے یہ موقع چاہتا

تھا۔ عُمرو کے گرفتار ہونے کے بعد صرصر بھی بے حد خوش تھی۔ وہ نقلی کنیز پر کوئی توجہ نہ دے سکی۔ نقلی کنیز مُصوِّر اور صرصر پر پنکھا جھلنے لگی۔ دونوں بیٹھ کر آرام سے کھانے پینے میں لگ گئے۔ موقع پا کر برق نے عُمرو کو اشارہ کر دیا اور عُمرو اُسے پہچان کر دِل میں مطمئن ہو گیا۔ مگر اُسے یہ خوف بھی پیدا ہو گیا کہیں صرصر برق کو پہچان نہ لے۔ اس نے سوچا کیوں نہ صرصر اور مُصوِّر کو اپنی طرف اتنا متوجہ کر لوں کہ وہ برق کی طرف دیکھنے ہی نہ پائیں۔ یہ خیال آتے ہیں اُس نے صرصر اور مُصوِّر سے زبردست نوک جھونک اور تُو تُو مَیں مَیں شروع کر دی۔

زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ملکہ حیرت خیمے میں داخل ہوئی۔ صرصر اور مُصوِّر نے ہڑبڑا کر ملکہ کا استقبال کیا۔ وہ سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ ملکہ حیرت اس طرح بغیر اطلاع اچانک آ جائے گی۔

اِن کی یہ حیرت دُور کرنے کے خیال سے ملکہ حیرت نے اِن سے کہا۔ ”مبارک ہو! عُمرو کی گرفتاری کی خبر سے مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ بے قابو ہو کر خود چلی

آئی۔ سچ تُو یہ ہے کہ یہ اِتنا بڑا کارنامہ ہے جس کا تصوّر بھی نہ کیا جا سکتا تھا۔ اب ان دونوں کو اِسی وقت اپنے ساتھ باغِ سیب میں شہنشاہ کے پاس لے جاتی ہوں۔ آپ اپنا جادُو ان پر سے اُتار لیں۔ میں اپنا جادُو کروں گی۔"

ملکہ حیرت کی آواز و لہجہ پر صرصر کو کچھ شک گزرا۔ بہانہ کر کے وہ باہر گئی اور اوٹ میں ہو کر نقلی کنیز کو اشارے سے اپنے پاس بُلایا۔ نقلی کنیز یعنی برق فرنگی سیدھا اُس کے پاس جا پہنچا۔ اُدھر ملکہ حیرت مُصوِّر جادُو کی فرمائش کے مطابق عُمرو اور ملکہ بہار جادُو پر سے اپنا جادُو اُتارنے کے لیے منتر پڑھنے لگا۔ صرصر نقلی کنیز کو برابر والے خالی خیمے میں لے گئی اور کہنے لگی۔ "چپکے سے جا کر مُصوِّر جادُو سے کہہ دے کہ جادُو کے ذریعے یہ تصدیق کر لیجیے کہ ملکہ حیرت جادُو اصلی ہے یا نقلی؟"

نقلی کنیز کان پکڑتے ہوئے بولی۔ "جب تم ہمّت نہ کر سکی تو میں یہ بات کیسے کہہ سکتی ہوں۔ بہتر ہے کہ ایک کاغذ پر لکھ دو۔ جا کے چپکے سے دکھاؤں گی۔"

صرصر کو یہ بات پسند آئی۔ کاغذ، قلم، دوات نکالی اور بیٹھ کر لکھنے لگی۔ اس موقع پر برق نے بے ہوشی کا سفوف صرصر کے منہ پر مَل دیا۔ صرصر چونک کر اُٹھی مگر کھڑے ہوتے ہی بے ہوش ہو کر دھڑام سے نیچے گِر پڑی۔ برق نے اُسے فرش میں لپیٹ کر ایک کونے میں کھڑا کر دیا اور خود اس کا بھیس بنا کر باہر نِکل گیا۔

اُدھر دوسرے خیمے میں مُصوِّر نے جیسے ہی منتر ختم کر کے اپنا جادُو عُمرو اور بہار پر سے اُتارا، ملکہ حیرت نے بڑھ کر اپنے گلے کی مالا دونوں کی گردنوں میں لپیٹ دی اور کہنے لگی۔ ''بس! اب یہ میرے جادُو میں گرفتار ہیں، جو کہوں گی کریں گے۔ میں اُسی وقت انہیں لے جا کر شہنشاہ کی خدمت میں پیش کرتی ہوں۔ مگر یہ صرصر کہاں چلی گئی؟ ذرا اسے بُلایئے۔ عیّارہ کو بھی احتیاطاً ساتھ لے جانا ضروری ہے۔''

ملکہ بہار، ملکہ حیرت کی سگی بہن تھی۔ اسے پہلے ہی شک ہو چکا تھا کہ یہ ملکہ حیرت ہرگز اس کی اصلی بہن نہیں۔ چال ڈھال اور بات چیت میں اِتنا فرق ضرور

تھا کہ بچپن میں ایک ساتھ پلنے بڑھنے والی بہن دھوکہ نہ کھا سکی۔ البتّہ گلے میں مالا پہناتے ہوئے نقلی حیرت نے انہیں جو اشارہ کیا تھا اس سے اُسے یہ اطمینان ہو گیا تھا کہ یہ جو کوئی بھی ہے اس کی اور عُمرو کی دوست ہے۔ البتّہ عُمرو سمجھ گیا تھا کہ یہ نقلی ملکہ حیرت اس کے جان نثار شاگرد مہتر قیران کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ دونوں نے بالکل یہی ظاہر کیا کہ اب وہ ملکہ حیرت کے جادُو کے اثر میں ہیں۔

مُصوِّر جادُو ملکہ حیرت کی فرمائش پر باہر چلا گیا اور صرصر کو آوازیں دینے لگا۔ اس موقع پر نقلی حیرت نے ملکہ بہار سے کہا کہ "ملکہ صاحبہ! اس کے اور صرصر کے واپس آنے سے پہلے اپنا خاص جادُوئی حربہ استعمال کر ڈالیے اور سارے دُشمنوں کو اپنا دیوانہ بنائیے۔ اور کوئی دوسری صورت دُشمن کو سزا دینے یا یہاں سے بچ نکلنے کی ممکن نہیں۔"

یہ سُنتے ہی بہار نے مالا اپنی گردن سے اُتار لی اور جھولی سے ایک ناریل نکالا اور کچھ پڑھ کر دروازے کے باہر اُچھال دیا۔ تڑاخے کی زبردست آواز کے ساتھ ناریل پھٹا اور اس کے ساتھ ہی میٹھی خوشبو والی ٹھنڈی اور لطیف ہوائیں چلنے

لگیں۔ آہستہ آہستہ ہر طرف ایک خُوب صورت اور دِل کش باغ ابھرتا دکھائی دینے لگا۔ پھلواریوں کے کُنج، پھولوں کے تختے اور فوّارے نمودار ہونے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایک ایسی فضا قائم ہو گئی کہ ملکہ بہار اور عیّاروں کے سوا لشکر گاہ میں موجود ہر شخص مست ہو کر جھومنے لگا۔ اپنے آپ کو بھُولنے لگا۔ ان میں خود مُصوِّر اور اس کی بیوی ملکہ صورت نگار بھی شامل تھے۔

یہ جادُو جگا کر ملکہ بہار، عُمرو، اور مہتر قیران خیمے سے نکل کر اپنی چھاؤنی کی طرف چلے۔ برق فرنگی بھی ان کے ساتھ ہو گیا۔ اب جس جس کی نظر ملکہ بہار پر پڑتی، دیوانہ ہو کر گریبان چاک کرتا اور خاک دھول اُڑاتا اس کے پیچھے ہو لیتا۔ لشکر گاہ سے باہر نِکل کر بہار نے ایک گُلدستہ نکال کر ہوا میں پھینک دیا۔ ان پھُولوں کی مہک نے اور بھی لوگوں کے ہوش و حواس زائل کر دیے اور لوگ کہ ابھی تک چھاؤنی میں تھے بے تحاشا بھاگتے، چیختے، چِلّاتے، روتے، سینہ پیٹتے ملکہ بہار کی اِطاعت کا دم بھرتے اُس کے پاس جا پہنچے۔

بہار ایک بلند مقام پر کھڑی ہو گئی اور کچھ دیر خاموشی کے ساتھ سارے مجمع پر

نگاہیں دوڑاتی رہی۔ اس کے بعد بولی۔ ”کیسے دیوانے ہو۔ سب کچھ کرنے ہو۔ پر نہ اپنے گالوں پر طمانچے مارتے ہو اور نہ سر کے بال نوچتے ہو۔“

یہ کہنا تھا کہ مُصوِّر اور صورت نگار سمیت سب اپنے گالوں پر زور زور سے طمانچے مارنے اور سر کے بال اُکھاڑنے لگے۔ عُمرو اور دوسرے عیّار یہ منظر دیکھ کر بے اختیار ہو کر قہقہے لگانے لگے۔

ملکہ حیرت کی چھاؤنی یہاں سے کچھ زیادہ دُور نہ تھی۔ اس نے جو یہ ہنگامہ دیکھا تو سر پیٹ لیا۔ بہار کے جادُو کا توڑ اُس کے پاس نہ تھا۔ آندھی کی طرح اُڑتی ہوئی سیدھی باغِ سیب میں افراسیاب کے پاس جا پہنچی۔ افراسیاب نے جو یہ ماجرا سُنا تو گھبرایا کہ کہیں ایسا نہ ہو بہار انہیں سب کو آپس میں لڑ مرنے یا میرے خلاف بغاوت کرنے کا حکم دے بیٹھے۔ حیرت کو وہیں چھوڑ کر بجلی کی طرح تڑپتا ہوا آنِ واحد میں موقع پر جا پہونچا۔ اس عرصے میں مُصوِّر، صورت نگار اور اس کے سارے لشکر نے طمانچہ لگا لگا کر اور سر کے بال اُکھیڑ اُکھیڑ کر اپنے آپ کو ادھ موا بنالیا تھا۔ افراسیاب نے پہنچتے ہی نعرہ لگایا۔ ”منم افراسیاب جادُو۔“

ملکہ بہار یہ نعرہ سُنتے ہی زمین میں ڈوب کر اپنی چھاؤنی کی طرف چل دی۔ عُمرو اور اس کے شاگرد بھی اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔ افراسیاب اس وقت سخت غضب ناک تھا۔ اور وہ لوگ اس کے مقابلے پر ٹھہر کر خواہ مخواہ کا خطرہ مول لینا مناسب نہیں سمجھتے تھے۔

مُصوِّر اور صورت نگار کے چہرے طمانچوں سے لہولہان ہو رہے تھے۔ افراسیاب نے ڈبکی لگا کر ان دونوں کو اُٹھایا اور اوپر جا کر ایسا منتر پڑھا کہ ملکہ بہار کا لگایا ہوا سارا طلِسمی باغ غائب ہو گیا۔ ہوا کے جھونکے ہلکے پڑ گئے۔ مست کر دینے والی میٹھی خوشبو نابُود ہو گئی۔ پہلے جیسا ماحول اُبھر آیا۔ بہار کے طلِسم کا اثر دھیما پڑنے لگا۔ لوگ اپنے آپ میں آنے لگے۔

لشکریوں کے سر سے یہ مُصیبت دُور کر کے افراسیاب، مُصوِّر اور صُورت نگار کو لیے ہوئے سیدھا باغِ سیب میں پہنچا۔ سحر پڑھ کر میاں بیوی دونوں کے سروں کے بال اُگائے۔ چہرے کی سوجن دُور کی اور ہوشیار کر کے اپنے قریب بٹھا کر سارا حال ان پر ظاہر کر دیا۔

مُصوِّر دل میں سخت خفیف ہوا۔ اس کے دل میں ملکہ بہار کے خلاف انتقام کا الاؤ دہک اٹھا۔ اس نے کہا۔ "اس کل کی چھوکری بہار نے مجھے سخت ذلیل کیا ہے۔ ملکہ حیرت کی بہن ہونے کے سبب میں اب تک اس سے دبتا رہا ہوں۔ لیکن اب انتقام لیے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ ابھی جا کر غدّاروں کو قرار واقعی سزا دیتا ہوں۔"

افراسیاب نے اُسے مشتعل دیکھ کر روکنے کی بڑی کوشش کی۔ لیکن وہ نہ مانا۔ لاچار اس نے ملکہ حیرت کو بھی اس کے ساتھ رُخصت کرتے ہوئے کہا۔ "آپ نہیں مانتے تو جایئے مجھے صرف اس بات کی فکر ہے کہ آپ ہمارے مرشد کی نشانی ہیں۔ کہیں دُشمنوں کو کچھ ہو گیا تو یہ نشانی مٹ جائے گی۔"

مُصوِّر نے ڈینگ مارتے ہوئے کہا۔ "تم فکر نہ کرو۔ میں سامری کا پوتا ہوں۔ مجھے کوئی ہلاک نہیں کر سکتا۔" یہ کہہ کر وہ صورت نگار اور ملکہ حیرت کے ساتھ وہاں سے روانہ ہو گیا۔

چھاؤنی میں پہنچ کر اُس نے ملکہ حیرت سے کہا۔ "آج پھر میرے نام پر طبلِ جنگ

بجوائیے۔ کل صبح سارے باغیوں کو نیست و نابود کر دوں گا۔ ہر چند کہ میری بنائی ہوئی ساری تصویریں ضائع ہو چکی ہیں لیکن کل بغیر تصویروں کے دُشمن سے لڑوں گا۔ سامری کا پوتا ہوں۔ میرے دوسرے جادُوئی حربے بھی معمولی نہیں۔"

ملکہ حیرت نے مجبور ہو کر نقّارچیوں کو اعلانِ جنگ کرنے کا حکم دے دیا۔ آناً فاناً جنگی نقّاروں کی آواز دُور دُور تک جانے لگی۔ ملکہ مہ رُخ کے جاسوسوں نے جلد ہی جا کر اسے اصل حقیقت سے آگاہ کر دیا۔ مہ رُخ نے فوراً عُمرو اور سارے سرداروں کو طلب کر مشورہ کیا۔ اور اپنا فیصلہ سناتے ہوئے کہا۔ "مُصوِّر زبردست جادُوگر ہے۔ اس کے جادُو کا توڑ حاصل کرنے کے لیے میں ابھی باغِ جمشید میں جا کر جتن کرتی ہوں۔ میرے آنے تک ملکہ بہار تمہاری سردار ہو گی۔ جنگ نہ ٹل سکے تو بس پھر دُشمنوں کا مُقابلہ کرنا۔ ویسے میں جلد سے جلد آنے کی کوشش کروں گی۔"

دوسرے دن صُبح عیّار حسبِ معمول جنگل کی طرف نِکل گئے۔ ملکہ بہار اپنی فوج

کو لے کر میدانِ کارزار میں آئی۔ اُدھر سے مُصوِّر بھی اپنے فوج کو لے کر سامنے آڈٹا۔ کچھ دیر دونوں جانب کے سردار ایک دوسرے کا مُقابلہ کرتے رہے۔ اس کے بعد دونوں لشکر نعرے لگاتے چیختے چنگھاڑتے ایک دوسرے پر پل پڑے۔ پورے میدان میں ہر طرف خوفناک لڑائی ہونے لگی۔ دونوں جانب کے بہادر ایک دوسرے کے آگے لوہے کی دیوار بن کر ڈٹ گئے۔ ملکہ بہار نے جان لڑا دی مگر جب دُشمن ہر وار جھیل کر بھی جوں کا توں رہا تو اس نے اپنا انتہائی خطرناک جادُوئی حربہ بھی استعمال کر ڈالا۔

نتیجہ خاطر خواہ ہوا۔ دُشمنوں کے غول کے غول دیوانے ہو کر خود ہی اپنا گلا کاٹنے لگے۔ بہار کے جادُوگروں نے بڑھ بڑھ کر ناریل، تُرنج اور فولادی گولے برسانے شروع کر دیے۔ تھوڑی دیر میں ہی مُصوِّر کے لشکر میں ہر طرف تباہی پھیل گئی۔

یہ دیکھ کر مُصوِّر کو سخت جوش آیا۔ کوئی خطرناک منتر پڑھ کر اس نے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور بڑبڑانے لگا۔ ”اب شاید سامری کا کوئی پرستار دُنیا میں نہیں رہا

کہ آکر اس کے پوتے کی مدد کرے۔"

ان الفاظ کا ادا ہونا تھا کہ زمین شق ہوئی۔ بالشت بھر کے ہزاروں پُتلے نکلے اور دیکھتے ہی دیکھتے انسانوں کی طرح لمبے ہو گئے۔ ان پُتلوں کے ہاتھوں میں آئینے تھے جن پر تصویریں جڑی ہوئی تھی۔ ان پُتلوں نے دوست دُشمن ہر ایک کو آئینہ دِکھانا شروع کر دیا۔

بہار کے سحر سے جو لوگ دیوانے ہو رہے تھے۔ آئینے دیکھتے ہی ہوش میں آ گئے اور بہار کے لشکریوں میں سے جس نے بھی یہ آئینے دیکھے دیوانہ ہو کر اپنے ہی لشکر سے لڑنے لگا۔ صورتِ حال بالکل اُلٹ ہو گئی۔ بہار کا لشکر گاجر مولی کی طرح کٹنے لگا۔ یہ بگڑ تا رنگ دیکھ کر بہار نے چھنگلی میں شگاف دے کر چُلّو میں اپنا خون جمع کیا اور سحر پڑھ کر خُون آسمان کی طرف اُچھال دیا۔ دم کے دم میں بادلوں کی ٹکڑیاں آسمان پر چھا گئیں اور اُن میں سے ننھے ننھے قطرے برسنے لگے۔ یہ قطرے جِس پتلے پر گرتے وہ جل کر راکھ ہو جاتا اور بہار کی فوج کے جس آدمی پر گِرتے اس کی دیوانگی دُور ہو جاتی۔ ہوش میں آ کر وہ پھر دُشمنوں سے لڑنے لگتا۔

لیکن یہ صُورتِ حال زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی۔ مُصوِّر نے سحر پڑھ کر ایسی آندھی چلائی کہ وہ بادل دیکھتے ہی دیکھتے کہیں سے کہیں جا پہنچے۔ اس کے ساتھ مُصوِّر اپنی فوج کو للکارتا ہوا دونوں ہاتھوں میں آتشیں جادُوئی تلواریں لے کر بہار کے لشکر پر ٹوٹ پڑا۔ ان طلِسمی تلواروں نے بہار کے لشکر میں زبردست تباہی مچا دی۔ جس جس پر ان کا سایہ پڑتا ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔ کوئی طلِسمی ڈھال یا جادُو کام نہ آتا۔ کبھی وہ تلواریں کرنوں کی طرح لمبی ہو کر پھیل جاتی۔ کبھی سانپ کی طرح بل کھا جاتی اور کبھی بجلی کی طرح تڑپنے لگتیں۔

بہار اور اس کے لشکر کی مکمل تباہی میں اب کوئی شُبہ نہ رہا تھا۔ مگر وہ بھی ضِد میں آ کر اڑ گئی۔ یہ دیکھ کر عیّار جنگل سے بھاگ کر ان کے پاس پہنچے اور کہنے لگے۔ ”ملکہ صاحبہ! اب میدان میں ٹھہرنا فضول ہے۔ شکست سے تو بچا نہیں جا سکتا مگر ہوش سے کام لیا جائے تو لشکر کو ضرور بچایا جا سکتا ہے۔ خُدارا جلدی سے سب کو بھاگنے کا حکم دے دیجیے۔ خواہ مخواہ جان دینا عقل مندی کے خلاف ہے۔“

بہار نے یہ سُن کر کہا۔ ”جس کو بھاگنا ہے بھاگ جائے۔ میں کسی کو نہیں روکتی۔

لیکن میں یہ ذلّت ہر گز برداشت نہ کروں گی۔"

عیّاروں نے اُسے پھر سمجھانا بجھانا شروع کر دیا۔ یہ باتیں ہو رہی تھی کہ اچانک آسمان سے آواز آئی۔ "منم ملکہ مہ رُخ، او مُصوِّر ہوشیار! دیکھ تیرے لیے میں باغِ جمشید سے یہ تحفہ لائی ہوں۔"

یہ کہہ کر مہ رُخ نے اوپر ہی کچھ پھول مُصوِّر کے لشکر کی طرف اُچھال دیے۔ میدانِ جنگ میں گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا۔ پھر جو تاریکی چھٹی تو سب نے دیکھا کہ جس جگہ مہ رُخ کے پھینکے ہوئے پھول جا کر گِرتے تھے وہاں زمین شق ہوئی اور اس میں سے ایک جادُوگر اُبھر کر سامنے آیا۔ اس کا سارا جسم آئینے جیسا چمک رہا تھا۔ اِدھر اُدھر نگاہ دوڑا کر اس نے مہ رُخ کے پھینکے ہوئے پھُول اُٹھا لیے اور انہیں سُونگھنے لگا۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اس جادُوگر کا سارا بدن غبارے کی طرح پھولنے لگا۔ دوست دُشمن سب لڑائی روک کر اُسے دیکھنے لگے۔ جادُوگر سخت تکلیف میں مبتلا دکھائی دے رہا تھا۔ لیکن صاف پتا چلتا تھا کہ اِس تکلیف سے نجات پانے کے لیے وہ کچھ کرنے کے قابل نہیں۔

مُصوِّر بار بار منتر پڑھ کر ماش کے دانے اس کی طرف پھینک رہا تھا۔ مگر اُس کا جسم پھولتا ہی جاتا تھا۔ حتیٰ کہ ایک زور دھماکا ہوا اور اس کا سارا جسم پھٹ کر کُچلے ہوئے شیشے کی طرح چور چور ہو کر بکھر گیا۔ آواز آئی۔ "باغِ جمشید کے پھُولوں سے مہ رُخ نے مجھے ہلاک کیا۔ میرا نام آئینہ دار جادُو گر تھا۔"

اس آواز کے ساتھ ہی وہ لاکھوں پُتلے جو مہ رُخ کی فوج کو آئینے دکھا دکھا کر قیامت ڈھارہے تھے، آناً فاناً جل کر راکھ ہو گئے۔ ملکہ مہ رُخ نے باغِ جمشید کے چند اور باقی ماندہ پھُول منتر پڑھ کر آسمان کی طرف اُچھال دیے۔ آسمان پر زبردست گرد و غبار چھا گیا۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس غبار میں سے بڑے بڑے پتھّر مُصوِّر کے لشکر پر برسنے لگے۔

مُصوِّر نے اس مُصیبت کو ٹالنے کے لیے پے در پے کتنے ہی منتر پڑھے، کتنے ہی جادُوئی ناریل اور تُرنج (لیموں) آسمان پر مارے۔ مگر پتھّروں کی اس خوفناک برسات کو نہ روک سکا۔ آخر کوشش کے طور پر اس نے ایک کے اوپر ایک کئی طلِسمی سائبان اپنے لشکر کے اوپر تانے مگر برسنے والے طلِسمی پتھّر ان سائبانوں

میں شگاف ڈالتے ہوئے اس کے لشکریوں کے سروں پر گرتے رہے۔ اس ہولناک سنگ باری نے تھوڑی ہی دیر میں مُصوِّر کی فوج کا کچومر نکال دیا۔ خود مُصوِّر اور اُس کی بیوی صورت نگار کو بھی اپنی زندگی خطرے میں دکھائی دینے لگی۔ دونوں نے دل ہار کر اپنی باقی فوج کو بھاگ کر جان بچانے کا حکم دیا اور خود زمین میں ڈوب کر میدانِ جنگ سے کوسوں دُور نکل گئے۔

میدان خالی دیکھ کر ملکہ مہ رُخ نے سحر پڑھ کر سنگ باری ختم کی اور اپنے لشکر کو واپسی کا حکم دے کر فتح کے نقّارے بجاتی اپنی چھاؤنی کی طرف چل دی۔

جمشید کی انگوٹھی

ملکہ حیرت دُور سے مُصوِّر اور مہ رُخ کی جنگ کا منظر دیکھ رہی تھی۔ مہ رُخ کا زبردست غلبہ دیکھ کر اُسے بڑا جوش آیا اور ارادہ کیا کہ جا کر مُصوِّر کی مدد کرے۔ مگر پھر یہ سوچ کر رُک گئی کہ مرشد زادے کا جادُو مہ رُخ کے مُقابلے پر ناکام ہرا تو پھر میں کیا کر سکوں گی۔

اب وہ صرف مُصوِّر اور صورت نگار کی سلامتی کی فکر میں پریشان ہو رہی تھی۔ اچانک جو ایک جانب نگاہ اُٹھی تو دیکھا میاں بیوی سخت پریشانی کے عالم میں چلے آ رہے ہیں۔ حیرت نے آگے بڑھ کر خیریت دریافت کی۔ مُصوِّر جادُو نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"بہار اور اس کی فوج کا خاتمہ قریب تھا کہ مہ رُخ اچانک آ ٹپکی۔ وہ کم بخت باغِ

جمشید کے پھُول لے آئی تھی۔ اس طلِسمی تحفے کے مُقابلے میں بھلا میری کیا چلتی۔"

حیرت نے جھنجھلا کر کہا۔ "یہ مہ رُخ آخر باغِ جمشید کے پھُول لانے میں کیسے کامیاب ہو گئی۔"

مُصوِّر نے کہا۔ "وہ طلِسم کی راز دار ہے۔ خداوندِ جمشید کی پسندیدہ بھینٹ دی ہو گی۔ خیر اب اِس کا ذکر فضول ہے۔ آج سے میں پھر صحرا میں پوشیدہ ہو کر دُشمنوں کی تصویریں بنانا شروع کرتا ہوں۔ تب تک صورت نگار میری چھاؤنی کی دیکھ بھال کرتی رہے گی۔ مُقابلے کے لیے آپ جو چاہیں طریقہ استعمال کریں۔ تصویریں تیّار کرنے سے پہلے اب میں ان کے سامنے نہ آؤں گا۔"

ملکہ حیرت نے دونوں کو عزّت کے ساتھ رخصت کیا۔ اور سارا حال افراسیاب کو لکھ بھیجا۔ افراسیاب نے فوراً جواب تحریر کیا اور کہا۔ "اے ملکہ! باغیوں کی فکر نہ کرو۔ مرشد زادے کو اِطمینان سے تصویریں تیّار کرنے دو۔ اپنے لشکر کو

سرداروں کے حوالے کر کے جلد پہنچو کہ اب جمشیدی انگوٹھی حاصل کرنا تمہارے لیے بہت ضروری ہے۔"

اُس حکم کے مطابق ملکہ حیرت، لشکر کا انتظام کر کے، افراسیاب کے پاس باغِ جمشید میں جا پہونچی۔ ملکہ کی مزاج پُرسی کرنے کے بعد افراسیاب نے افسروں کو حکم دیا "طِلسمی نقّار خانے کے چونسٹھ ہزار نقّارے ایک ساتھ بجائے جائیں۔ ملک کے چپّے چپّے میں منادی کر دی جائے کہ آج کے ساتویں دن زمرّد کے کنویں پر میلا ہو گا۔ خداوند جمشید و سامری کا دربار لگے گا۔"

حکم کی فوراً تعمیل کی گئی۔ طِلسمی نقّارے کیا بجے کہ طِلسم ہوش رُبا کے چپّے چپّے پر جیسے بادل گڑ گڑانے لگے۔ ہر خاص و عام کو میلے کی خبر ہو گئی۔ افراسیاب کی ہیبت دوست و دُشمن ہر شخص کے دل پر چھا گئی۔

افسروں کو حکم دینے کے بعد افراسیاب نے ملکہ حیرت سے کہا۔ "اے ملکہ! وقت کم ہے اور کام زیادہ۔ اب تم بھی جمشیدی انگوٹھی حاصل کرنے کے لیے روانہ ہو

جاؤ۔"

افراسیاب نے ایک خاص قسم کا تخت ملکہ کے لیے منگوایا اس تخت کے چاروں پائیوں میں سونے کے جڑاؤ مور بنے تھے اور چاروں جانب چاندی کی جالی کا خوب صورت کٹہرا لگا ہوا تھا۔ تخت پر ملکہ کی نشست کا آرام دہ انتظام ہو گیا تو افراسیاب نے منتر پڑھ کر اس پر دم کیے اور اسے بازو سے پکڑ کر تخت پر بٹھا دیا۔

اُدھر مہ رُخ نے جب طلِسمی نقّاروں کی آواز اور منادی سنی تو اس نے عُمرو سے کہا۔ "خواجہ! بس اب کھیل ختم ہے۔ میلے کا دن ہماری زندگی کا آخری دن ہو گا۔ بچاؤ کی اب کوئی صورت ممکن نہیں۔ جو کہیے وہ کیا جائے۔"

نقّاروں کی آواز سے عُمرو پہلے ہی لرز چکا تھا۔ مہ رُخ نے جو اندیشہ ظاہر کیا تو اس کا دل اور بھی دہلنے لگا۔ لیکن اپنی اس حالت پر اس نے جلد ہی قابو پا لیا اور جواب میں بولا۔ "جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ جب تک سانس تب تک آس ہمیں اپنی جیسی کر گزرنے سے غفلت نہ کرنی چاہیے۔"

مہ رُخ نے ان الفاظ سے یہ نتیجہ نکالا کہ خواجہ کے دماغ میں کوئی ترکیب ضرور ہے مگر وہ سب کے سامنے ظاہر نہیں کرنا چاہتے۔ وہ تخت سے اُٹھی اور عُمرو اور چند معتبر سرداروں اور شہزادوں کو ساتھ لے کر ایک علیحدہ اور محفوظ خیمے میں جا پہنچی۔ اس عرصے میں عُمرو نے واقعی ایک کاروائی سوچ لی تھی۔ خیمے میں اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ جانے کے بعد مہ رُخ نے اس سے پوچھا تو وہ بولا۔ ”تین سرداروں کو فوج کے ساتھ میرے حوالے کر دیجیے اور ہدایت کر دیجیے کہ جو کہوں اس پر عمل کریں اور دوسروں پر ظاہر نہ کریں اور نہ آپ لوگ اس بارے میں قیاس آرائی کریں۔ ہدایات کی پابندی کی گئی تو میں دُشمن سے اچھی طرح نپٹ لوں گا۔“

ملکہ مہ رُخ نے عُمرو کی یہ تجویز فوراً قبول کر لی۔ سرداروں کو مخاطب کر کے اُس نے کہا۔ ”آپ میں سے جو بھی خواجہ صاحب کی ہدایت کے مطابق دل و جان سے کام کرنے پر آمادہ ہوں، اپنا نام پیش کریں۔“

یہ سن کر سب سے پہلے جِن تین آدمیوں نے اپنے نام پیش کیے ان میں ایک تھا

افتخار جادُو، دوسری تھی ملکہ سُرخ مُو کاکل کشا اور تیسری تھی ملکہ فرمانیہ۔

عُمرو ان تینوں کو الگ لے گیا اور کہا۔ ”ابھی جا کر اپنے اپنے آدمیوں کو خفیہ طور پر ہدایت کر دو کہ آج اندھیرا ہوتے ہی دس دس بیس بیس کی ٹولیوں میں احتیاط کے ساتھ چھاؤنی سے نکلیں اور جنگل میں ننگے ٹیلوں کے پاس پہنچ جائیں۔ ان سے پہلے تم وہاں پہنچ جانا۔ میں تُم سے بھی پہلے وہاں پر موجود ہوں گا۔ بعد میں جو کچھ کرنا ہو گا وہ تمہیں وہیں پر بتاؤں گا۔“

تینوں سرداروں نے اس ہدایت پر عمل کیا۔ شام کے وقت جنگل میں وہ اپنی فوجوں سمیت عُمرو کے سامنے حاضر تھے۔ عُمرو نے ایک اڑن تخت طلب کیا۔ تینوں سرداروں کو اپنے ساتھ اس تخت پر بٹھایا اور انہیں حکم دیا کہ اپنی فوجوں کو پیچھے آنے کی ہدایت دیں۔ سرداروں نے حکم کی تعمیل کی اور جس سمت عُمر نے اشارہ کیا اُڑن تخت اسی سمت اڑاتے لے چلے۔

دس کوس آگے نکل جانے کے بعد کوہ سیاہ نام کا پہاڑ نظر آیا۔ اس پہاڑ کے درّے،

گھاٹیاں اور کھائیاں سب اس کے پتھروں کی طرح کالے اور تنگ و تاریک تھے۔ عُمرو نے اپنا تخت رُکوا کر ملکہ فرمانیہ کو حکم دیا۔ "تم اپنی فوج سمیت اس پہاڑ میں جا چھپو۔ خبر دار! جب تک حکم نہ دوں اس سے باہر نہ نکلنا۔"

ملکہ فرمانیہ نے کہا۔ "اطمینان رکھیے ایسا ہی ہو گا۔" یہ کہہ کر وہ تخت سے کود ی۔ اُڑتی ہوئی اپنی فوج کے پاس پہنچی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے کوہِ سیاہ کے درّوں میں اُتر کر غائب ہو گئی۔

عُمرو باقی دو سرداروں اور ان کی فوج کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ وہاں سے دس کوس اور آگے نکل جانے پر کوہِ سبز نامی پہاڑ نظر آیا۔ اس جگہ عُمرو نے ملکہ سرخ مُو اور اس کی فوج کو اُتارا۔ اس سے بھی دس کوس آگے جا کر ایک پیچدار پہاڑی کے سلسلے میں افتخار جادُو کو اس کی فوج سمیت چھوڑا۔ پھر ان دونوں کو بھی ملکہ فرمانیہ کی طرح پوشیدہ رہنے اور حکم کا انتظار کرنے کی ہدایت دے کر آپ اپنی چھاؤنی میں واپس آ گیا۔ جن لوگوں کو اس معاملے کی کچھ خبر نہ تھی۔ وہ تو ویسے ہی کچھ نہ جانتے تھے۔ لیکن جن چند لوگوں کو یہ پتا تھا کہ تین سرداروں نے عُمرو کے

اِشارے پر جان لڑا دینے کے لیے اپنے نام پیش کیے تھے۔ عُمرو نے انہیں بھی کچھ نہ بتایا کہ وہ تینوں سردار اور ان کی فوجیں کہاں ہیں یا اس نے کیا منصوبہ بنایا ہے؟

اب ملکہ حیرت کا حال سنیے۔ آندھی طوفان کی رفتار سے زیادہ تیزی کے ساتھ وہ تختِ طاؤس پر ایک جانب اُڑتی چلی گئی۔ نہ جانے کتنے شہر، ویرانے، بستیاں، آبادیاں، جنگل اور پہاڑ اس کی راہ میں آئے۔ حتیٰ کہ ایک بہت بڑا آگے سرسبز میدان قریب آیا۔ اس میدان کے بیچوں بیچ ایک بہت بڑا اور اُونچا احاطہ نظر آیا۔ چار سو یاقوت کے مینار اس احاطے پر قائم تھے۔ دروازہ چاندی کا تھا۔ مگر بند تھا۔ ملکہ حیرت اسی میدان میں تختِ طاؤس سے اُتر پڑی اور سحر پڑھتے ہوئے قدم بہ قدم احاطے کے دروازے کی طرف چلی۔ قریب پہنچ کر اس نے کوئی خاص منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ دروازہ خود بخود کھُل گیا۔ وہ اندر داخل ہو گئی۔ کچھ دُور ایک غار کا دہانہ دکھائی دیا۔ حیرت نے رُک کر کوئی منتر پڑھا اور پھر دوڑتی ہوئی یاسامری! کہہ کر غار میں کود گئی۔

کافی دیر تک وہ نیچے گرتی چلی گئی۔ تاریکی اور گہرائی کی دہشت سے اس کی آنکھیں خود بخود بند ہو گئیں۔ بعد ایک عرصے کے اچانک اس نے خود کو ٹھہرا ہوا محسوس کیا۔ خوشبودار اور ٹھنڈی ہوا کے جھونکے چہرے پر لگتے معلوم دیے۔ آنکھ کھول کر کیا دیکھتی ہے کہ سامنے ایک بڑا وسیع اور شاندار طِلسمی محل ہے۔ سمجھ گئی کہ ٹھکانے پر آ پہنچی ہے۔

اس محل میں سات بڑے حجرے تھے۔ ایک سونے کا، ایک چاندی کا، تیسرا زمرّد کا، چوتھا یاقوت کا، پانچواں نیلم کا، چھٹا موتی کا اور ساتواں الماس کا۔

چھ حجروں میں طِلسمی خزانے اور کنجیاں رہا کرتی تھیں اور ساتویں حجرے میں سات تہہ خانے تھے۔ ان میں سے ہر ایک تہہ خانے میں ایک بلا بند تھی۔ ان بلاؤں میں سے ایک اَمَر تھی، جس سے مُقابلہ کرنا کسی کے بس کی بات نہ تھی (جب افراسیاب اِن بلاؤں کو نکال کر مہ رُخ کے مُقابلے پر لائے گا تو یہ بڑی قیامت ڈھائیں گی۔ اس کا حال اگے اپنی جگہ پر بیان کیا جائے گا)۔

ملکہ حیرت طلِسمی محل کے اندر داخل ہوئی۔ سونے کے حجرے کے سامنے کھڑے ہو کر منتر پڑھا اور تالی بجا کر پکاری۔ ”اے کندن جادُو حاضر ہو۔“ اس آواز کے ساتھ ہی ایک جانب سے سونے کی ایک پَری اُڑتی ہوئی آئی اور ملکہ حیرت کے سامنے ادب سے سر جھکائے ہوئے بولی۔

”حاضر ہوں۔ حکم فرمایئے۔“

حیرت نے کہا۔ تمہارے پاس سونے کے حجرے کی چابی ہے۔ دروازہ کھول دو۔ شہنشاہ نے جمشیدی انگوٹھی منگوائی ہے۔ بھینٹ دے کر وہ لے جاؤں گی۔“

یہ کہہ کر حیرت نے جواہرات کا وہ طشت اسے دِکھایا جو وہ بھینٹ دینے کے لیے لائی تھی۔ کندن نے جواہرات دیکھ کر قہقہہ لگایا اور بولی۔ ”ملکہ صاحب! یہ بھینٹ کام کی نہیں۔ اس سے انگوٹھی نہیں ملے گی۔ واپس جایئے اور مطلب کی بھینٹ لایئے۔“

حیرت کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس کی ساری محنت اکارت گئی۔ مگر کیا کر سکتی

تھی۔ طلِسم کا قانون ٹالا نہیں جا سکتا۔ لاچار وہاں سے پلٹی۔ غار سے نکل کر تختِ طاؤس تک پہونچی اور آخر کار طویل سفر طے کر کے باغِ سیب میں افراسیاب کے پاس آئی۔

ملکہ کی تکلیف اور ناکامی پر افراسیاب دل میں سخت رنجیدہ اور شرمندہ ہوا۔ دراصل یہ بات اُسے معلوم ہی نہ تھی کہ انگوٹھی کے لیے کیا چیز بھینٹ مقرّر ہے۔ اس نے کئی بوڑھے ساحروں سے پوچھا۔ دوسرے تو کچھ نہ بتا سکے۔ مگر ایک نے کہا۔ ”یہ بات سوائے فرتُوت جادُو کے کوئی نہیں جانتا۔ اسی کو بُلا کر پوچھیے۔“

افراسیاب نے منتر پڑھ کر تالی بجائی۔ جھکّڑ چلنے لگے۔ لمحوں کے بعد ایک تخت اُڑتا ہوا آ کر اس کے سامنے ٹھہرا۔ تخت پر سینکڑوں برس کا ایک بُڈّھا جادُوگر، بالکل ہڈیوں کا ڈھانچہ، گاؤتکیے کی ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ افراسیاب نے اُٹھ کر اُس کی تعظیم کی اور کہنے لگا۔ ”آپ کو اِس لیے تکلیف دی ہے کہ میں جمشیدی انگوٹھی منگوانا چاہتا ہوں۔ مگر نہیں معلوم کہ بزرگوں نے اِس کے لیے کیا بھینٹ مقرّر

کی ہے۔"

فرتُوت جادُو نے مُنہ بناتے ہوئے جواب دیا۔ "اے شہنشاہ! صحیح بھینٹ دینے کے لیے تُجھے بڑی تکلیف برداشت کرنی ہو گی۔ بہتر ہے یہ خیال ہی دل سے نکال دے۔"

افراسیاب نے بڑا اصرار کیا اور ہر تکلیف بڑی خوشی سے برداشت کرنے کا اظہار کیا۔ لاچار ہو کر فرتُوت جادُو نے منتر پڑھ کر آسمان کی طرف پھُونکا۔ ایک طِلسمی پُتلا ایک ہاتھ میں ایک پیالہ اور دوسرے میں چمکتی ہوئی تیز چھُری لیے اُس کے پاس آیا۔ فرتُوت نے پیالہ اور چھُری پُتلے سے لے کر اُسے رُخصت کیا اور دونوں چیزیں افراسیاب کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "یہ لیجیے۔ اس چھُری سے اپنے جسم کی سات بوٹیاں کاٹ کر اِس پیالے میں رکھیے۔ جمشیدی انگوٹھی کے لیے یہی مُقرّر بھینٹ ہے۔ دو بوٹیاں دونوں پیروں کی ہوں، دو دونوں ہاتھوں کی، دو بوٹیاں دونوں کانوں کی ہوں اور ایک سینے کی۔"

افراسیاب نے پیالہ اور چھُری فرتُوت جادُو کے ہاتھ سے لی اور ہاتھوں، پیروں، کانوں اور سینے کی بوٹیاں کاٹ کر پیالے میں ڈال دیں۔ پیالے میں پڑتے ہی وہ بوٹیاں یاقوت بن گئیں البتّہ خون جوں کا تُوں رہا۔ فرتُوت جادُو نے کہا۔ "پیالے میں جو خون ہے وہ اپنے زخموں پر مل لے۔" یہ کہہ کر وہ جس طرح آیا تھا واپس ہو گیا۔ افراسیاب نے وہ خون زخموں پر ملا۔ دیکھتے ہی دیکھتے نہ صرف زخم کی تکلیف جاتی رہی بلکہ اِس طرح گوشت بھر آیا کہ زخم کا نام و نشان تک نہ رہا۔

ملکہ حیرت بھینٹ لے کر خوش خوش اُڑتی ہوئی میناروں والے احاطے میں جا پہنچی۔ وہاں سے غار کے ذریعے طلِسمی محل میں آئی۔ سونے کے حجرے کے سامنے اب کی بار جو اُس نے کُندن کو بُلا کر بھینٹ کا پیالہ دکھایا تو اس نے بغیر کسی حیل و حجّت کے حجرے کا دروازہ کھول دیا۔

ملکہ حیرت یا جمشید، یا جمشید کہتی ہوئی حجرے کے اندر داخل ہوئی۔ حجرے کے بیچ میں ایک تخت بچھا تھا۔ اس کے سامنے سیاہ پردہ پڑا تھا۔ حیرت ایک ٹانگ سے کھڑی ہو کر جمشید کا بھجن گانے لگی۔ جیسے ہی بھجن ختم ہوا ہزاروں گھنٹے اور سنکھ

بجتے سنائی دینے لگے۔ پردہ آپ ہی آپ کھسک کر ایک طرف کو ہو گیا۔ تخت پر جمشید کا بُت بڑی شان کے ساتھ تاج، زیورات اور قیمتی لباس پہنے بیٹھا تھا۔ حیرت سجدے میں گر گئی۔

پُتلے کے مُنہ آواز آئی۔ ”اے شہزادی! کیا چاہتی ہے؟“

حیرت نے سجدے سے سر اُٹھایا اور ہاتھ جوڑ کر بولی۔ ”انگوٹھی۔“

یہ سُن کر پُتلے نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ ملکہ نے بھینٹ کا پیالہ اُس کے قریب رکھ دیا اور پُتلے کی انگلی سے انگوٹھی اُتارنی چاہی۔ جیسے ہی اُس نے انگوٹھی پر ہاتھ رکھا انگوٹھی آگ کی طرح دہکتی محسوس ہوئی۔ اس نے گھبرا کر اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ پُتلے نے کہا۔ ”بھینٹ کے جو یاقوت پیالے میں پڑے ہیں، ان کی کنٹھی بنا کر میری کلائی میں پہنا دے۔ اس کے بعد انگوٹھی اتار۔“

ملکہ نے جب ایسا کیا تو انگوٹھی آسانی سے اس کے ہاتھ میں آگئی۔ جمشید کے بُت کو دوبارہ سجدہ کر کے وہ خوشی خوشی افراسیاب کے پاس واپس آئی۔ انگوٹھی دیکھ کر

افراسیاب کا دل بھی باغ باغ ہو گیا۔ آناً فاناً طِلسم باطن میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ ملکہ حیرت جمشید کی انگوٹھی لے آئی ہے۔

اس انگوٹھی کا نگ تارے کی طرح چمکتا تھا اور اس کے گرد ایسے طِلسمی نگ بنے ہوئے تھے کہ ہر جادُوگر اور بھُوت پریت اِطاعت کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ اس کے علاوہ بھی اور سو طرح کی طِلسمی طاقتیں اس انگوٹھی میں پوشیدہ تھیں جن کا توڑ مشکل تھا۔

انگوٹھی حاصل کرنے کے بعد افراسیاب کو خیال آیا کہ باغیوں کو بھی خبر دے کر خوفزدہ کرنا چاہیے۔ یہ سوچ کر اس نے انگوٹھی کے طِلسمی مور کو طلب کرنے کی نیّت سے تالی بجائی۔ انگوٹھی کی تاثیر سے وہ حاضر، حاضر کہتا ہوا نہ جانے کِدھر سے آموجود ہوا۔ وہ عجیب سا جانور تھا۔ سر اور چہرہ پری زاد جیسا اور باقی جسم بالکل مور جیسا۔ بہ ظاہر بڑا خوب صورت تھا۔ مگر آواز اور آنکھوں میں خدا جانے کیا بات تھی کہ جس نے اس کی آواز سُنی یا جس نے اس کی آنکھوں کی طرف نگاہ کی اُس کا دل ہیبت سے لرزنے لگا۔

افراسیاب نے اُس سے کہا۔ ”اے طِلسمی مور! میں نے تجھے یہ دیکھنے کے لیے طلب کیا ہے کہ یہ جمشیدی انگوٹھی کام کی ہے یا نہیں۔“

مور نے جواب دیا۔ ”اے شہنشاہ! میں کیا، جس کے پاس یہ انگوٹھی ہو گی، سارا طِلسم اُس کے آگے سر جھکائے گا۔ کوئی حکم دیجیے۔“

افراسیاب نے کہا ”اچھا جاؤ۔ خداوند کے باغی عُمرو عیّار کو پکڑ لاؤ۔“

طِلسمی مور یہ سُنتے ہی باغِ سیب سے اُٹھ کر مہ رُخ کی بار گاہ میں جا پہنچا۔ وہاں دربار لگا ہوا تھا اور عُمرو بھی اپنی کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس عجیب سے جانور کو دیکھتے ہی سارے سردار سنّاٹے میں آ گئے۔ عُمرو نے اِرادہ کیا کہ اُٹھ کر بھاگ جاؤں مگر اِس سے پہلے ہی وہ مور پُکار اُٹھا۔ ”عُمرو! چلو تمہیں شہنشاہ افراسیاب نے طلب کیا ہے۔“

طِلسمی مور کے مُنہ سے یہ الفاظ سُنتے ہی عُمرو کے چھکّے چھوٹ گئے۔ بھاگنے کی بجائے وہ مور کے قریب جا پہنچا اور بولا۔ ”چلیے میں حاضر ہوں۔“ مور عُمرو کو پنجے

میں داب کر اُڑا اور لے جا کر افراسیاب کے سامنے ڈال دیا۔

آج جمشیدی انگوٹھی کے سبب افراسیاب کی شان و شوکت ہی کچھ اور تھی۔ عُمرو کی اُس سے جوں ہی آنکھیں چار ہوئیں وہ عقیدت کے ساتھ جھک جھک کر سلام کرنے لگا۔ افراسیاب نے مُسکرا کر اُسے کرسی پر بیٹھنے کا اِشارہ کیا۔ عُمرو ڈرتا ڈرتا کرسی پر بیٹھ گیا۔ افراسیاب نے اس سے کہا۔ ”اے عُمرو! تجھے اِس لیے پکڑوا کر بُلوایا ہے کہ مجھے پتا چل جائے کہ اب میں کتنی قدرت رکھتا ہوں۔ اگر جان کی امان چاہتا ہے تو اپنے ساتھیوں کو جا کر سمجھا کہ سرکشی سے توبہ کریں اور خداوند سامری و جمشید و لقا کو سجدہ کریں۔ میں اب بھی سب کو معاف کر سکتا ہوں۔“

عُمرو ہاتھ جوڑے۔ اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ ”اے شہنشاہ! سب سے پہلے مجھے اپنے آپ پر اختیار ہے۔ میں اسی وقت اپنا دین چھوڑ کر آپ کا مذہب قبول کرتا ہوں۔ رہ گئے دوسرے، تو پوری کوشش کروں گا کہ وہ بھی مان جائیں۔“

یہ سُن کر افراسیاب مُسکرایا اور اُسی مور کو حکم دیا کہ ”عُمرو کو لے جا کر اُس کے

لشکر میں چھوڑ آؤ۔"

مور عُمرو کو اُٹھا لے گیا تو ملکہ حیرت نے افراسیاب سے کہا۔ "یہ عُمرو بڑا مکّار ہے۔ یقین نہیں آتا کہ یہ اپنے وعدے پر قائم بھی رہے گا۔"

افراسیاب نے جواب دیا۔ "مجھے تو اس وقت صرف انگوٹھی کی طاقت آزمانی تھی اور عُمرو کو دہلانا تھا۔ باغیوں کے جو جی میں آئے کریں مُجھے کوئی فکر نہیں۔ ساتویں دن تو میلا ہے ہی۔ بچ کر کہاں جائیں گے۔"

طلِسمی مور جب عُمرو کو مہ رُخ کے دربار میں صحیح سلامت چھوڑ کر پلٹ گیا تو سب کی جان میں جان آئی۔ شاگرد اور سردار عُمرو کو اُٹھ کر گلے لگانے اور حال پوچھنے لگے۔ مگر عُمرو کا تو حال ہی اور تھا۔ افراسیاب، جمشیدی انگوٹھی اور طلِسمی مور کی ہیبت اُس کے دل پر اِس درجہ چھائی ہوئی تھی کہ مُنہ فق تھا اور دماغ پریشان تھا۔ زبان سے الفاظ ادا نہ ہوتے تھے۔

یہ حال دیکھ کر کوئی شربت کا گلاس بھر لایا۔ کوئی عطر میں بسے ہوئے گُل دستے

سنگھانے لگا۔ کسی نے سر کی مالش شروع کر دی۔ کچھ دیر بعد حضرت کی طبیعت سنبھلی تو انہوں نے کہا "یارو! معاملہ سخت نازک دکھائی دیتا ہے۔ اس افراسیاب کو ٹھکانے لگانے کی کوئی تدبیر کرو۔"

سب نے افسوس کے ساتھ کہا۔ "خواجہ! اب تو یہ کام پہلے سے بھی زیادہ مشکل ہو گیا ہے۔ اگر دنیا بھر کے جادُو گر مل کر بھی افراسیاب پر جادُو چلائیں تو بھی جمشید کی انگوٹھی کے سبب اس پر کچھ اثر نہ ہو گا۔"

عُمرو نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔ "خیر تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا ستارہ گردش میں ہے۔ بہر حال میں تو اس کافر کی اِطاعت ہر گز قبول نہ کروں گا۔ لیکن تم لوگ آزاد ہو۔ واقعی تم نے میری دوستی کا حق ادا کر دیا۔ جاملو تو کوئی شکایت مُجھے تم سے نہ ہو گی۔ البتّہ شہزادہ اسد غازی اگر چھوٹ جائے اور طِلِسم برباد ہونے کا وقت قریب آجائے تو اس وقت پھر ہمارے پاس لوٹ آنا۔"

عُمرو کی یہ باتیں سُن کر سارے سردار توبہ توبہ کرنے لگے۔ سب نے یک زبان ہو

کر کہا۔ ”خواجہ! جان رہے یا جائے۔ ہم ہر گز افراسیاب کے سامنے سر نہ جھکائیں گے۔ میلے کا دن قریب ہے۔ پچنا مشکل نظر آتا ہے۔ مگر ہر گز ہمّت نہ ہاریں گے۔ مرنا ہی قسمت میں لکھا ہے تو ان کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچا کر ہی دم لیں گے۔“

مِثل مشہور ہے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بھی کافی ہوتا ہے۔ سرداروں کی باتوں سے عُمرو کو ڈھارس ہوئی۔ رفتہ رفتہ اُس کی پریشانی دُور ہوئی۔ دماغ نے کام کرنا شروع کر دیا۔ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

”شاباش! آفرین ہو! میں محض تمہارا دل دیکھنے کے لیے مایوسی کی باتیں کر رہا تھا۔ تم سب واقعی سچّے دوست اور غیرت مند بہادر ہو۔ بالکل فکر نہ کرو۔ وہ ہنر دکھاؤں گا کہ تمہارا بال بھی بیکا نہ ہو گا۔ اور دُشمن سخت ذلیل و خوار ہو گا۔“

چاہِ زمرّد کا میلا

شہرِ ناپُرساں میں گُنبدِ نُور کے نیچے افراسیاب کی رہائش کے لیے ایک شاندار طِلسمی بارگاہ بنی ہوئی تھی۔ اس کے سامنے تین جانب دُور دُور تک پھیلا ہوا ایک ہموار میدان تھا۔ اس میدان کے ایک سرے پر باغِ عشرت اور دوسرے پر باغِ جمشید واقع تھا۔ باغِ جمشید سے ملا ہوا ایک چھوٹا سا تالاب تھا۔ اس تالاب کو چاہِ زمرّد (زمرّد کا کنواں) کہا جاتا تھا۔ یہیں پر میلا ہوتا تھا۔

افراسیاب، ملکہ حیرت کے ساتھ بارگاہِ طِلسمی میں آکر ٹھہرا اور میلے کے اِنتظام کی نگرانی کرنے لگا۔ اس کی ہدایات کے مطابق بارگاہِ طِلسمی، باغِ عشرت اور باغِ جمشید کے درمیان کا سارا علاقہ ایک خوب صورت، شاندار بستی میں تبدیل کر دیا گیا۔ دُور و نزدیک سے میلے میں شرکت کے لیے آنے والوں کا سلسلہ شروع ہو

چکا تھا۔ عام رعایا کے علاوہ افراسیاب کے ماتحت اور دوست بادشاہ بھی اپنے سرداروں اور فوج کے ساتھ میلے میں آکر شریک ہونے لگے۔

عُمرو اور اس کے شاگرد جادُوگروں کا بھیس بدل کر میلے میں آئے اور سیر کرنے لگے۔ میلے کی سجاوٹ اور عجیب عجیب چیزیں دیکھ کر ان کی عقل دنگ رہ گئی۔ اتنا بڑا میلا اور ایسا ساز و سامان انہوں نے کہیں نہ دیکھا تھا۔ گھومتے پھرتے وہ بار گاہ طلسمی کے قریب پہنچے ہی تھے کہ یکایک ہر طرف اعلان ہونے لگا۔ ''شہنشاہ افراسیاب اور ملکہ حیرت کی سواری چاہ زمرّد کو جانے والی ہے۔ اب وہاں نذر چڑھے گی اور خداوندی دربار لگے گا۔''

عُمرو جانتا تھا کہ اس میلے کی یہی اصل تقریبات ہیں۔ اپنے شاگردوں کو ساتھ لیے وہ تیزی کے ساتھ چلتا ہوا چاہِ زمرّد کے کنویں پر جا پہنچا۔ وہاں تالاب کے کنارے بہت سے بوڑھے جادُوگر ایک ٹانگ پر کھڑے اور آنکھیں بند کیے جاپ کر رہے تھے۔ اس سے تھوڑے سے تھوڑے فاصلے پر اکیس زرق برق اور بلند بارگاہیں تھیں۔ جن مین درجنوں بادشاہ اپنے اپنے سرداروں کے درمیان بڑی

شان کے ساتھ بیٹھے افراسیاب اور ملکہ حیرت کا انتظار کر رہے تھے۔

جلد ہی شہنشاہ افراسیاب اور ملکہ حیرت کا جلوس بھی وہاں پہنچا۔ چاہِ زمرّد کے قریب پہنچ کر افراسیاب نے اپنا تختِ رواں روک دیا۔ بار گاہوں میں موجود بادشاہ، شہزادے، ملکائیں، شہزادیاں اور سردار سب اپنی نشستوں سے اُٹھے اور تالاب کے اِرد گِرد حلقہ بنا کر کھڑے ہو گئے۔

جو بوڑھے ایک ٹانگ پر کھڑے جاپ کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے سنکھ اور ایک سونے کی طشتری ہاتھ میں لی اور کچھ بڑبڑاتا ہوا افراسیاب اور ملکہ حیرت کے قریب جا پہنچا۔ ان دونوں نے ہاتھ جوڑ کر بوڑھے کو سلام کیا۔ بوڑھے نے باری باری ان دونوں کے ماتھوں پر تلک لگا کر زور سے سنکھ پھُونکا۔ ہر طرف جمشید و سامری کی جے! شہنشاہ افراسیاب کی جے! ملکہ حیرت کی جے! کے نعرے گونجنے لگے۔ نعرے ختم ہوئے تو افراسیاب نے کھڑے ہو کر حاضرین سے کہا۔

”دستور کے مطابق ملکہ حیرت چاہِ زمرّد کے کنارے کھڑے ہو کر پوجا کریں گی

اور نذر چڑھائی جائے گی۔ اس کے بعد خداوندی دربار لگے گا۔ خداوند جمشید و سامری کے بھجن گائے جانے کے بعد مہمانوں کی مزاج پُرسی کی جائے گی۔ اس کے بعد میں سارے باغیوں کو جمشیدی انگوٹھی کے ذریعے طلب کر کے سب کے سامنے پیش کروں گا اور ان کی سزائیں طے کروں گا۔"

ملکہ حیرت تخت سے اُتر کر چاہِ زمرّد کے کنارے پہنچی اور ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر جاپ کرنے لگی۔ سارے مجمع میں سنّاٹا چھا گیا۔ کچھ دیر بعد جوں ہی اس نے آنکھیں کھول کر اور ہاتھ جوڑ کر افراسیاب اور حاضرین کو سلام کیا ہر سِمت سے چاہِ زمرّد پر سونے، چاندی، روپے، اشرفی اور جواہرات کی بارش ہونے لگی۔ چند ہی لمحوں میں تالاب دولت سے بھر گیا۔ عُمرو اور اس کے شاگردوں نے اتنی دولت کاہے کو دیکھی تھی۔ ان کے مُنہ میں پانی بھر آیا۔

نذر چڑھانے کے بعد سب لوگ بار گاہوں کی طرف بڑھے۔ عُمرو نے چونک کر اپنے شاگردوں سے کہا۔ "بس اب جلد سے جلد اپنی چھاؤنی کی طرف چلو۔ ایسا نہ ہو کہ افراسیاب ہمارے ساتھیوں کو جمشیدی انگوٹھی کے زور سے یہاں بُلوا لے۔

ہمیں اُن کو روکنے کی تدبیر کرنی چاہیے۔"

عیّار جلدی جلدی میلے سے باہر نکلے۔ اور پھر جتنا تیز دوڑ سکتے تھے اپنی لشکر گاہ میں جا پہنچے۔ اور مزے لے لے کر میلے کا حال بیان کرنے لگے۔

اسی وقت افراسیاب نے جمشیدی انگوٹھی کے غُلام طلِسمی مور کو طلب کر کے حکم دیا۔ "ملکہ مہ رُخ کو اُس کی کُل فوج سمیت حاضر کرو۔" طلِسمی مور یہ حکم سن کر اُڑتا ہوا مہ رُخ کی چھاؤنی کی طرف روانہ ہوا۔

ادھر خواجہ عُمرو اپنی باتوں میں مست تھے کہ اچانک بھُوک محسوس ہونے لگی۔ یہ بے وقت کی بھُوک اس بات کی علامت تھی کہ جلد ہی کوئی خطرہ پیش آنے والا ہے۔ وہ چونک کر اٹھے اور اپنے شاگردوں کو پیچھے آنے اِشارہ کر کے جنگل کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔ شاگرد بھی سائے کی طرح ساتھ ہو لیے۔

چھاؤنی سے باہر نکل کر جونہی عُمرو نے پیچھے مُڑ کر دیکھا اس کا مُنہ فق ہو گیا۔ طلِسمی مور مہ رُخ کی بارگاہ کے اوپر منڈلا رہا تھا۔ عُمرو کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر

قریبی جھاڑی میں چھُپ گیا۔ اس کے شاگردوں نے بھی ایسا ہی کیا۔

اتنے میں طلِسمی مُور ڈبکی لگا کر دربار میں جا پہونچا۔ جس کی نگاہ اس پر پڑی، اِس کا خُون خشک ہو گیا۔ مور نے سب کو للکارتے ہوئے کہا۔ ”اے بد بختو! تمہاری سزا کا وقت آ پہنچا ہے۔ فوراً چاہِ زمرّد پر پہنچو۔ شہنشاہِ طلِسم نے طلب فرمایا ہے۔“

طلِسمی مور کی آواز اتنی ہیبت ناک تھی کہ جس نے سُنا دہل گیا۔ مہ رُخ کھڑی ہو کر کہنے لگی۔ ”افسوس ہم نے عُمرو کے بہکائے میں آ کر مُفت کی بربادی مول لی۔ اب چلو! شہنشاہ کی خدمت میں نذر پیش کریں۔ قصور کی معافی طلب کریں۔“

یہ سُن کر سارے سردار اُٹھ کر اپنے اپنے خیمے میں گئے، نذرانے کے لیے ہر ایک نے اپنا سارا مال و زر ساتھ لیا۔ رومالوں سے اپنے ہاتھ باندھے اور مہ رُخ کے ساتھ جادُوئی سواریوں میں اُڑتے اور الامان الامان پُکارتے افراسیاب کی طرف چل دیے۔

یہ دیکھ کر مہتر قیران نے عُمرو سے کہا۔ ”استاد! یہ تو غضب ہوا۔ طلِسمی مور سب

کو لے چلا۔ اب اپنی فکر کیجیے۔ ایسا نہ ہو کہ افراسیاب تُم کو بھی اِسی طرح بلوا بھیجے۔"

عُمرو نے کہا۔ "فکر نہ کرو۔ ہم خود میلے میں چلتے ہیں۔ آج میں سارا میلہ لوٹ کر دکھاؤں گا۔ اتنا کہہ کر وہ شہرِ ناپُرساں کی سمت طرّارے بھرنے لگا۔ شاگرد بھی ساتھ ہو لیے۔

عُمرو اُنہیں ساتھ لیے ہوئے جادُوگروں کے بھیس میں چاہِ زمرّد کے قریب جا پہنچا۔ وہاں افراسیاب دربار جمائے بیٹھا تھا۔ مہ رُخ، بہار اور ان کے سارے سردار افراسیاب کے قدموں پر نذر کا مال ڈھیر کر چکنے کے بعد پُکار پُکار کر اُس سے معافی طلب کر رہے تھے۔ افراسیاب کچھ دیر تک خاموشی سے اُن کی چیخ و پُکار برداشت کرتا رہا۔ پھر اُس نے حکم دیا۔ "جلّادوں کو حاضر کیا جائے۔ سارے باغیوں کی گردنیں مار دی جائیں۔"

دربار میں موجود سارے بادشاہوں اور امیروں کو یہ بات پسند نہ آئی۔ انہوں

نے کہا۔ ”اے شہنشاہ! معافی کے طلب گار لوگوں کو قتل کرنا ہرگز آپ کے شایانِ شان نہیں، انہیں معاف کر دیجیے۔“

افراسیاب یہ باتیں سن کر مُسکرایا۔ اس نے کہا۔ ”میں انہیں آپ لوگوں سے زیادہ پہچانتا ہوں۔ یہ ایسے نہیں کہ طاقت کے ڈر سے معافی مانگیں۔ جمشیدی انگوٹھی کے اثر میں ایسا کر رہے ہیں۔ اچھا لو! انہیں اصلی حالت میں دیکھ لو۔“ یہ کہہ کر افراسیاب نے منتر پڑھ کر جمشیدی انگوٹھی کا اثر اُن کے دِلوں سے ہٹا دیا۔ وہ سب اپنے آپے میں آ گئے اور خود کو افراسیاب کے دربار میں محسوس کر کے حیرت سے ایک دوسرے کا مُنہ تکنے لگے۔

افراسیاب نے مہ رُخ سے کہا۔ ”اے مہ رُخ! تو اور تیرے تمام سردار میری قید میں ہیں۔ بول اب میری اطاعت کرتی ہے کہ نہیں؟“

مہ رُخ نے اندازہ کر لیا کہ اُس کے ساتھ اور سب ہیں مگر عُمرو اور اس کے شاگرد نہیں ہیں۔ اس کا دل شیر ہو گیا۔ اس نے بے باکی سے افراسیاب کو جواب دیا۔

”اے شہنشاہ! ہم نے دل سے خواجہ عُمرو کی اِطاعت کی ہے۔ اب مرتے دم تک کسی اور کے آگے سر نہ جھکائیں گے۔ ہم تیری قید سے نہیں ڈرتے۔ انشاء اللہ! خواجہ جلد ہی ہماری مدد کو پہنچیں گے۔ اس بار بھی تجھے ہی نیچا دیکھنا پڑے گا۔“

مہ رُخ کا یہ جواب سُن کر افراسیاب اُن درباریوں سے جنہوں نے سفارش کی تھی بولا۔ ”کیوں خیر خواہو! سُن لیا تم نے؟ اب کہو، یہ سب قتل کے لائق ہیں یا نہیں۔“

سب درباریوں نے کہا۔ ”حضور ٹھیک فرماتے تھے۔ بے شک انہیں قتل ہونا چاہیے۔“ افراسیاب نے سرداروں کو حکم دیتے ہوئے کہا۔ ”ان نمک حراموں کو عُمرو اور اس کے عیّار شاگردوں پر بڑا ناز ہے۔ اب میں پہلے انہیں کی فکر کرتا ہوں۔ اس وقت تک سارے باغیوں کو باغِ جمشید میں لے جا کر حفاظت سے رکھو۔ عیّاروں کو گرفتار کر کے سب کو ساتھ ہی قتل کیا جائے گا۔“

عُمرو سارا معاملہ دیکھ رہا تھا۔ سمجھ گیا کہ افراسیاب اب جلد ہی طلِسمی مور کو اُس کی

گرفتاری کے لیے بُلائے گا۔ بچاؤ کی تدبیر سوچ کر اس نے اپنے شاگردوں سے اشارہ کیا اور مجمع سے باہر نِکل گیا۔

اس نے ایک خالی جگہ پہنچ کر زنبیل سے حضرت دانیال کی کرامتی چھتری نِکالی، اُسے تان دیا اور شاگردوں سمیت اُس کے نیچے بیٹھ گیا۔ میلے کے چپّے چپّے پر نہ جانے کتنے لوگ چھتریاں اور چھولداریاں لگائے آرام کر رہے تھے۔ کسی نے کچھ خیال نہ کیا۔

اس عرصے میں افراسیاب جمشیدی انگوٹھی کے تابع طِلِسمی مور کو بُلا کر عُمرو کی تلاش کا حکم دے چکا تھا۔ طِلِسمی مور اُڑا اور میلے کے اوپر منڈلانے لگا۔ کرامتی چھتری کے نیچے ہونے کے سبب عُمرو اُسے دکھائی نہ دے سکا۔ میلے کے بعد طِلِسمی مور نے اِرد گِرد کا جنگل اور پھر سارا طِلِسم چھان مارا۔ آخر تھک ہار کر افراسیاب کے پاس پہنچ کر بولا۔ ”اے شہنشاہ! عیّار مجھے کہیں نظر نہیں آئے۔“

افراسیاب نے جھنجھلا کر طِلِسمی بلائیں اور پُتلوں کو روانہ کیا۔ وہ بھی ناکام واپس

آئے۔ عاجز آ کر اُس نے جمشیدی انگوٹھی سے التجا کی تو آواز آئی۔ "اے افراسیاب! عیّار بہت دُور نہیں ہیں لیکن کِسی سبب سے پہچاننے میں نہیں آتے۔ تو خُود تلاش کرے تو شاید مل جائیں۔"

یہ اشارہ پا کر افراسیاب خود لاؤ لشکر کے ساتھ رُعب داب سے نِکلا۔ میلا کوسوں دُور تک پھیلا ہوا تھا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اور ہر شخص پر جادُوئی نگاہ ڈالتا ہوا وہ ایک سِرے سے دوسرے سِرے تک جا پہنچا۔ جب اسے کِسی طرح عیّاروں کا پتا نہ چلا تو سمجھا کہ شاید وہ واپس جانے والوں میں شامل ہو کر کِسی طرف نِکل گئے ہیں۔ اس خیال سے وہ شہرِ ناپُرساں سے مہ رُخ کی چھاؤنی کی طرف جانے والے راستے پر ہو لیا۔

افراسیاب کے دُور جانے پر عُمرو اپنے شاگردوں سمیت ایک قریب جنگل میں جا پہنچا۔ وہاں اس نے ہر شاگرد کو عیّاری کی زبان میں خاص ہدایتیں دیں۔ پھر تو ہر عیّار عیاری کا سامان نکال کر بھیس بدلنے لگا۔ تھوڑی ہی دیر بعد عُمرو لقا کے بہروپ میں دکھائی دے رہا تھا۔ برق فرنگی ہو بہو بختیارک شیطان نظر آ رہا تھا۔

مہتر قیران ایک ہیبت ناک دیو بن چکا تھا۔ ضرغام نورانی فرشتہ لگتا تھا۔ اور جان سوز بن قیران ایک انتہائی خوب صورت اور خوش پوشاک خدمت گار دکھائی دیتا تھا۔

سب لوگ بھیس بدل کر تیّار ہو گئے تو عُمرو نے زنبیل سے لقا کا وہ طِلسمی تخت نکالا جو اُس نے باختر میں لوٹا تھا۔ تخت پر لقا کی طرح شان سے بیٹھ جانے کے بعد اُس نے ہر عیّار کو اُس کے بھیس کے مطابق دوسرا سامان دے کر اپنے آگے پیچھے دائیں بائیں کھڑے ہونے کی ہدایت کی۔ یہ ہو گیا تو اُس نے کرامتی چھتری نکال کر تخت کے اوپر تانی اور حضرت دانیال کی سکھائی ہوئی دُعا پڑھ کر چھتری کو معجزہ دِکھانے کا اشارہ کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے چھتری ایک انوکھی بارگاہ کی شکل میں تخت کے اوپر قائم ہو گئی۔ اس کی چھت پر درجنوں یاقوت، لعل اور زمرّد کے کلس پیدا ہو گئے۔ ہر کسی کبھی چھوٹا ہو جاتا کبھی بڑا۔ کبھی سُرخ دکھائی دیتا، کبھی سبز، کبھی نارنجی۔

اب برق فرنگی بختیارک بنا ہوا۔ عُمرو یعنی نقلی لقا کے سر پر رومال جھل رہا تھا۔ مہتر

قیران دیو بنا ہوا عُمرو کے دائیں جانب آگ کا گرز لیے کھڑا تھا۔ اُس کی آنکھ، ناک اور کان سے رہ رہ کر شعلے نکلتے دکھائی دیتے تھے۔ ضرغام فرشتہ نورانی بنا ہوا بائیں جانب کھڑا تھا۔ اس کی پیٹھ پر دو خوب صورت پَر لگے تھے۔ ان سے مشک و عنبر کی لپٹیں نِکل نِکل کر ہر طرف خوش بُو پھیلا رہی تھیں۔ جاں سوز خوب صورت خدمت گار کی شکل میں جھلملاتی صراحی ہاتھ میں لیے عُمرو کے سامنے ادب سے دوزانو تھا۔

جب عُمرو کو یقین ہو گیا کہ سب ٹھیک ہے تو اس نے زنبیل سے کرامتی سفید مہرہ نِکالا۔ اُسے منہ سے لگا کر بولنے سے آواز اتنی بلند اور خوف ناک ہو جایا کرتی تھی کہ دیو گھبرا کر کانپنے لگتا اور انسان کے دل پر رُعب طاری ہو جاتا۔ سفید مہرے کو مُنہ سے لگا کر عُمرو نے آواز دی۔ ”اے لقا پرست بندو! اپنے خداوند کے سامنے حاضر ہو۔“

اس آواز نے میلے میں موجود ہر شخص کو لرزا دیا۔ ہر طرف شور بلند ہوا کہ خداوند باختر تشریف لائے ہیں۔ چلو زیارت کرو۔ ملکہ حیرت نے سُنا تو دربار میں موجود

سارے بادشاہوں اور تمام شہزادیوں کو ساتھ لے کر دوڑتی ہوئی عُمرو کے پاس جا پہنچی۔ عیّارنیں اُس کے ساتھ تھیں، کچھ شک گزارا۔ وہ آپس میں کانا پھوسی کرنے لگیں۔ عُمرو تاڑ گیا۔ اس نے غصّے سے کہا۔ ''تو مجُھے نظر پیش کر رہی ہے۔ لیکن تیری عیّارنیں مجھے عُمرو سمجھ رہی ہیں۔ میں یہ توہین برداشت نہیں کر سکتا۔ اب سب مل کر مُجھ پر جادُو چلاؤ کہ کسی کو کوئی شک باقی نہ رہے۔''

ملکہ حیرت نے عیّارہ صرصر سے پوچھا۔ اس نے اقرار کیا۔ حیرت نے کہا۔ ''کم بختو! اگر یہ اصلی خداوند نہیں تو تمہارے دل کی بات کیسے سمجھ گئے؟ یہ کہہ کر اُس نے ساری عیّارنوں کو وہاں نکال دیا اور عُمرو کے آگے گھٹنے ٹیک کر اور ہاتھ جوڑ کر گِڑگِڑانے لگی۔ ''خداوند! گناہ معاف کیجیے۔ یہاں تک آنے کی زحمت اُٹھائی ہے تو مہربانی فرما کر کچھ دیر کے لیے بارگاہ میں تشریف لے چلیے۔''

عُمرو نے جواب دیا۔ ''نہیں! بس اب میں یہیں سے واپس جاتا ہوں۔'' اس پر سارا مجمع اُس کی خوشامد کرنے لگا۔ یہ رنگ دیکھ کر عُمرو بولا۔ ''ایک شرط پر چلوں گا۔ پہلے سب مِل کر مُجھ پر جادُو کے حربے چلاؤ۔ جب سب اپنی آنکھوں سے

دیکھ لیں گے کہ کِسی کا کوئی حربہ مُجھ پر اثر نہیں کرتا تو مُجھے اطمینان ہو جائے گا کہ واقعی سب دل سے اصلی خداوند سمجھتے ہیں۔"

مجبور ہو کر سارے جادُوگروں اور جادُوگرنیوں نے اُس پر نارنج، تُرنج، ناریل اور فولادی گولے آزمائے۔ لیکن کرامتی چھتری کے سبب کِسی کا کوئی وار کارگر نہ ہوا۔ یہ دیکھ کر سب نے پورے جوش و خروش کے ساتھ خداوند لقا کی جے! کے نعرے لگانے شروع کر دیے۔

ملکہ حیرت نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ "حضور اب بارگاہ میں تشریف لے چلیے۔ نقلی لقا شاندار جلوس کے ساتھ ملکہ حیرت کی ہمراہی میں افراسیاب کی بارگاہ میں جا پہنچا اور اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑا کر تیوریوں پر بل ڈالتے ہوئے حیرت سے بولا۔ "کیا سبب ہے؟ افراسیاب نے ہمارا استقبال نہیں کیا؟" ملکہ ہاتھ جوڑ کر بولی۔ "خداوند! وہ یہاں موجود نہیں۔ دُشمن عیّاروں کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں۔"

اس پر نقلی لقانے زور سے ”ہوں“ کیا اور غرّاتے ہوئے کہنے لگا۔ ”تو یہ عیّار ناہنجار اب تک قابو میں نہیں آئے؟ خیر، اب میں انہیں زیادہ ڈھیل نہ دوں گا۔ افراسیاب ناکام لوٹا تو میں مَلَکُ الموت کو اُن پر مقرّر کر دوں گا۔ دوسرے باغیوں کا کیا حال ہے؟“

”خداوند کی عنایت سے سارے باغی گرفتار ہو چکے ہیں۔“ ملکہ حیرت نے ادب سے کہا۔ ”مگر خداوند! وہ ہمارا ہی گوشت اور خون ہیں اور باپ دادا سے حضور ہی کا کلمہ پڑھتے آئے ہیں۔ شہنشاہ انہیں قتل کرنا چاہتا ہے۔ اگر خداوند باغیوں کا دل اپنی قدرت سے پھر پہلے جیسا کر دیں تو وہ قتل ہونے سے بھی بچ جائیں گے اور شہنشاہ کے وفاداروں میں بھی اضافہ ہو جائے گا۔“

نقلی لقانے جواب دیا۔ ”ان کا تو قتل ہونا ہی بہتر تھا۔ کم بخت باپ دادا کے دین سے پھِر کر عُمرو کے بہکائے میں آ گئے۔ مگر خیر تو سفارش کرتی ہے تو مجھے اُن کے پاس لے چلو۔ ان کے دل بدلے دیتا ہوں۔“

ملکہ حیرت نقلی لقا کو اُس باغ میں لے گئی جہاں مہ رُخ اور اس کی فوج کے سارے سردار قید تھے۔ نقلی لقا نے ملکہ حیرت کو ٹھہرنے کا اشارہ کیا اور خود تخت سے کود کر قیدیوں کی طرف چلا۔ زبان سے کہتا جاتا تھا۔ ”اے گنہ گار بندو! اپنی اصلی حالت پر لوٹ آؤ۔ میں تمہارا خداوند ہوں۔ مجھے سجدہ کرو۔ افراسیاب کی اطاعت اختیار کرو۔ تم معاف کر دیے جاؤ گے۔“

اس کے ساتھ ہی وہ اپنی بائیں آنکھ کا تِل بھی قیدیوں کو دِکھاتا جاتا اور اِشارے سے کہتا جاتا۔ ”میں عُمرو ہوں۔ جیسا کہوں ویسا کرو۔“

بس پھر کیا تھا۔ سارے قیدی سردار سجدے میں گِر گئے اور نقلی لقا کے سامنے دو زانو ہو کر اُس کی بندگی اور افراسیاب کی اطاعت کی قسمیں کھانے لگے۔ حیرت نے یہ منظر دیکھا تو اُس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ لقا کی خدائی، کرامت کا سِکّہ اُس کے دل میں بیٹھ گیا۔

قیدیوں کو دلاسا دے کر نقلی لقا بڑی شان سے چلتا ہوا اپنے تخت پر واپس آیا۔

حیرت نے اُس کے قدموں کی مٹّی اُٹھا کر اپنے چہرے پر ملی اور اس کی حمد و ثنا کرنے لگی۔ نقلی لقا نے اُسے حکم دیا۔ "گناہ گار بندوں کے دِلوں پر میرا کلام اثر کر چکا ہے۔ کوئی خطرہ نہیں۔ سب کی ہتھکڑیاں بیڑیاں کٹوا دے اور بار گاہ میں حاضر ہونے کا حکم دے۔"

ملکہ حیرت نے قیدیوں کے محافظوں کو لقا کے حکم کی تعمیل کرنے کی ہدایت کی۔ اور لقا کے ساتھ بار گاہ میں واپس آ گئی۔ وہاں طِلسم ہوش رُبا کے سارے نامی گرامی بادشاہ، ملکائیں، سردار، جادُو گر اور جادُو گرنیاں حاضر تھیں۔ ہر ایک باری باری اپنی جگہ اُٹھ کر لقا کے تخت کے سامنے آ کر سجدہ کرتا اور اپنا سب سے قیمتی زیور اس کے قدموں پر ڈال کر واپس جا بیٹھتا۔ یہ سلسلہ ختم ہوا ہی تھا کہ ملکہ مہ رُخ اور اُس کے ساتھی بھی وہاں پہنچ گئے۔ لقا نے انہیں سجدہ کرنے اور نذرانے پیش کرنے کا حکم دیا۔ وہ لوگ بھی سجدے اور نذرانے پیش کر کے فارغ ہوئے تو لقا نے اپنے خوب صورت خدمت گار سے ایک جام شربت کا طلب کیا۔ یہ خدمت گار دراصل جان سوز عیّار تھا اور بھیس بدلے ہوئے دوسرے ساتھی

عیّاروں کی طرح نقلی لقا کے بدلے ہوئے دوسرے ساتھی عیّاروں کی طرح نقلی لقا کے سامنے صُراحی لیے بیٹھا تھا۔

خدمت گار نے جام بھر کر دیا۔ لقا نے اس میں سے دو گھونٹ پی کر واپس کرتے ہوئے بُلند آواز سے کہا۔ ”یہ جھوٹا شربت میرا تبرّک ہے۔ دوسرے شربت میں اِسے ملا کر سب کو پلاؤ۔ جو پیئے گا عُمر بڑھے گی اور ایمان مضبوط ہو گا۔“

آن کی آن میں شربت کے پچاسوں بھرے ہوئے مٹکے خداوند کے خدمت گار کے سامنے لا کر رکھ دیئے گئے۔ نقلی لقا کا خدمت گار اس کے جھوٹے شربت کو مٹکوں میں ملا ملا کر آب داروں کی صراحیاں بھرنے لگا۔ آب دار دوڑ دوڑ کر اہلِ دربار کو شربت پلانے لگے۔ لقا کے خدمت گار یعنی جان سوز عیّار نے کمال ہوشیاری سے جھوٹا شربت ملاتے وقت ہر مٹکے میں عرقِ بے ہوشی شامل کر دیا تھا اور آب داروں کو حکم دیا تھا کہ یہ شربت پہلے ملکہ حیرت اور اس کے پرانے وفاداروں کو پلایا جائے اور اس کے بعد باغیوں کو۔ آب داروں نے اس حکم کی پوری تعمیل کی۔ جب پرانے وفادار سرداروں میں کوئی نہ بچا تو خدمت گار نے

آب داروں کو حکم دیا کہ باغیوں کو شربت پلانے سے پہلے اب ایک جام اس میں سے تم بھی پیو کہ پُرانے خیر خواہ ہو۔ آب داروں نے اس حکم کی تعمیل کی لیکن پھر انہیں باغیوں کو شربت پلانے کی توفیق نہ ہو سکی۔ دوسروں کی طرح وہ بھی شربت پیتے ہی انٹا غفیل ہو گئے۔

یہ دیکھتے ہی نقلی لقا یعنی عُمرو للکارا۔ "ہاں ملکہ مہ رُخ! سنبھالو ان موذیوں کو۔" بارگاہِ افراسیاب میں اس وقت عُمرو اور اس کے عیّاروں اور ملکہ مہ رُخ اور اس کے سرداروں کے علاوہ دوسرا کوئی بھی ہوش میں نہ تھا۔ ملکہ حیرت، اس کے سارے درباری اور خدمت گار اور میلے میں آئے ہوئے سارے بادشاہ پوری طرح بے ہوش تھے۔

عُمرو کا اشارہ پاتے ہیں ملکہ مہ رُخ نے اپنے سرداروں کو للکارا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سب بے ہوش دُشمنوں پر پل پڑے اور ملکہ حیرت کے سوا سب کو کاٹ کر رکھ دیا۔ ملکہ حیرت کو اِس لیے قتل نہ کر سکے کہ اُس کی حفاظت ایسے طِلسمی پُتلے کر رہے تھے جِن پر کِسی کا کوئی وار کارگر نہ ہوتا تھا۔ جادُوگروں اور جادُوگرنیوں کے

مرنے سے شور بُلند ہوا تو میلے میں موجود لاکھوں آدمی پریشان ہو کر بارگاہ کی طرف دوڑ پڑے۔ یہ دیکھ کر عُمرو سفید مہرہ مُنہ سے لگا کر ہیبت ناک آواز سے گرجا۔ ''بھاگ کر اپنی اپنی جان بچاؤ۔ میلے پر قیامت ٹوٹنے والی ہے۔'' اس آواز نے لوگوں کے کلیجے دہلا دیے۔ بد حواس ہو کر جدھر جِس کا منہ اٹھا بھاگنے لگا۔

ملکہ مہ رُخ اپنے سرداروں کو لے کر اُس مقام تک چل دی جہاں اُس کی فوج قید تھی۔ عُمرو نے چاہِ زمرّد پر پہنچ کر ملکہ حیرت کو پوجا کے وقت نذر کی جانے والی بے شمار دولت کو زنبیل میں بھرنا شروع کیا۔ دوسرے عیّار میلے میں صرافوں اور جوہریوں کی دُکانیں لوٹنے میں لگ گئے۔

میلے کی محافظ فوج نے بھاگنے والے لوگوں کو روکنے کی بڑی کوشش کی۔ لیکن اُن کی ایک پیش نہ گئی۔ حالات کی نزاکت کو بھانپ کر اُن کے سپہ سالار نے ساری فوج کو ایک جگہ اکٹھا کر کے کچھ ہوشیار جادُوگروں کو معاملے کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے ہر طرف بھیج دیا۔ بڑی دیر کے بعد وہ خبر لائے کہ عُمرو نے ملکہ مہ رُخ اور سارے باغیوں کو رہا کر لیا ہے اور ہمارے سارے مہمان بادشاہوں

اور سرداروں کو قتل کر کے میلا لوٹ لیا ہے۔ سپہ سالار محافظ فوج کو باغیوں پر حملہ کرنے کے لیے تیّار کرنے لگا۔ اِدھر اپنی فوج کو قید سے چھڑانے کے بعد ملکہ مہ رُخ نے بھی جادُو کے ذریعے یہ معلوم کر لیا تھا کہ محافظ فوج کا سپہ سالار حملہ کرنے کی سوچ رہا ہے۔ چنانچہ قبل اس کے کہ وہ اُن پر حملہ آور ہوتا ملکہ مہ رُخ خود ہی بلائے آسمانی کی طرح اپنی فوج سمیت اُس پر ٹوٹ پڑی۔

پھر کیا تھا جادُو کے نارنج، تُرنج اُچھلنے لگے۔ آتشیں اژدھے اُڑ اُڑ کر صفوں کو بھسم کرنے لگے۔ فولادی گولے پھٹ پھٹ کر زمین و آسمان کو لرزانے لگے۔ ملکہ مہ رُخ کے سرداروں میں سے ملکہ کاکُل کشا نے بال کھول دیے، جن میں سے ننھے ننھے ستارے نکلتے اور آگ کا پہاڑ بن بن کر فوج پر قیامت ڈھاتے۔ ملکہ بہار جادُو نے گل دستے پھینکے۔ دُور دُور تک باغ کھُل گیا۔ مست کر دینے والی خُوشبو پھیل گئی۔ محافظ فوج کے جتنے لوگ اس طلِسم کے دائرے میں آئے۔ ملکہ بہار جادُو کے دیوانے ہو گئے اور اُس کے اشارے اپنی ہی فوج سے لڑنے لگے۔ رعد جادُو زمین میں ڈوب ڈوب کر دُشمنوں کی صفوں کے پیچھے جا نکلتا اور اس طرح چنگھاڑتا کہ

عام سپاہیوں اور جادُوگروں کی کھوپڑیاں پھٹ جاتیں اور بڑے بڑے جادُوگر بے ہوش ہو جاتے۔ اس کی ماں ناگن بجلی آسمان سے تڑپ تڑپ کر فوج پر گرتی اور ایک ہی وار میں سینکڑوں کو جلا کر راکھ کر دیتی۔

عُمرو اور اس کے شاگرد برابر میلے میں گھُوم گھُوم کر لوٹ مار کرتے رہے۔ لڑائی میں انہوں نے کوئی حصّہ نہیں لیا۔ اور جب کوئی قیمتی چیز باقی نہ رہی تو وہ بھی سب میدانِ جنگ کی طرف پلٹے۔ لیکن ان کے پہنچتے پہنچتے ملکہ مہ رُخ دُشمنوں کا کام تمام کر چکی تھی۔ میلے کی محافظ فوج کا مع اُس کے سالار کے خاتمہ ہو چکا تھا۔ اور جو باقی بچے تھے، جان بچا کر بُری طرح سے اِدھر اُدھر بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

یہ حالات دیکھ کر عُمرو نے ملکہ مہ رُخ کو مشورہ دیا۔ "افراسیاب بہت دیر کا گیا ہوا ہے۔ یا تو وہ خود ہی واپس آتا ہو گا یا میلے کی خبر پا کر جلد پہنچے گا۔ اب ہمارا یہاں زیادہ ٹھہرنا مناسب نہیں۔"

ملکہ مہ رُخ نے اُس سے اتفاق کرتے ہوئے اپنی فوج کو واپسی کا حکم دیا۔ اس

طرح چاہِ زمرّد کے میلے کا ستیاناس کر کے سب خیریت کے ساتھ اپنی چھاؤنی میں جا پہنچے۔

دھوکے پر دھوکا

اب عیّارنوں کا حال سنیے۔ ملکہ حیرت نے ناراض ہو کر انہیں میلے سے باہر نِکل جانے کا حکم دیا تھا۔ وہ ملکہ حیرت کی نادانی کا رونا روتی ہوئی قریب کے ایک جنگل میں چھُپ رہیں۔ جب میلے میں لوٹ مار اور قتل و غارت کا بازار گرم ہوا تو اُن سے نہ رہا گیا۔ وہ بھیس بدل کر بارگاہِ افراسیاب کی طرف دوڑ پڑیں۔

بارگاہ کے اندر سنّاٹا محسوس کر کے اُن کا دل دھڑک اُٹھا۔ ڈرتے ڈرتے اندر داخل ہوئیں۔ مگر وہاں کا منظر دیکھ کر خوف سے لرز اُٹھیں۔ میلے میں شرکت کرنے والے ملک کے سارے نامور حکمران، افسر اور ملکہ حیرت کے سارے سردار اور خدمت گار خاک و خون میں لتھڑے پڑے تھے۔ نہ کسی کے جسم پر کوئی قیمتی زیور یا کپڑا باقی تھا نہ بارگاہ کی کوئی قیمتی چیز۔ سمجھ گئیں کہ خواجہ عُمرو اپنا

کام کر گئے۔ لاشوں کے انبار میں وہ ملکہ حیرت کو تلاش کرنے لگیں۔ بالآخر صرصر کو ایک جگہ ملکہ حیرت بے ہوشی کی حالت میں مِل گئی۔ وہ لخلخہ سنگھا کر جلدی سے اُسے ہوش میں لائی اور کہنے لگی۔ ”حضور نے میری بات نہ مانی۔ اب دیکھیے خداوندِ لقا کا بہروپ بھر کر عُمرو سارا کاروبار چوپٹ کر گیا۔ قیدیوں کو بھی چھڑا لے گیا اور میلے کی ساری دولت بھی لوٹ لے گیا۔“

”ہائے غضب ہو گیا۔ میں شہنشاہ کو کیا منہ دکھاؤں گی۔“ ملکہ حیرت گھبرا کر بولی۔ ”چلو ان کا پیچھا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ دُور نکل جائیں۔“

صرصر نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ ”اب پیچھا کرنے سے کچھ بھی حاصل نہیں۔ محافظ فوج ماری جا چُکی ہے۔ میلا خالی ہو چکا ہے۔ باغی پہنچ سے دُور جا چکے ہیں۔ شہنشاہ کا انتظار کیجیے۔ اُن کے آنے کے بعد ہی کچھ کہا جا سکے گا۔“

اُدھر افراسیاب عیّاروں کی تلاش میں میلے سے کوسوں دُور گیا تھا۔ میلے کے راستوں اور اِرد گرد کے جنگوں کا چپّا چپّا چھان مارا۔ مگر عیّار وہاں کہیں ہوتے تو

دکھائی دیتے۔ تھک ہار کر اُس نے ایک جگہ ڈیرا ڈال دیا اور طِلسمی پُتلوں اور بلاؤں کو عُمرو اور اُس کے شاگردوں کی تلاش میں چاروں طرف بھیج کر نتائج کا انتظار کرنے لگا۔ لیکن عیّاروں کی اِطّلاع ملنے کی بجائے اُسے میلے میں بھگدڑ اور لوٹ مار کی اِطّلاع ملی۔ یہ خبر اُن لوگوں نے دی جو اصلی حقیقت سے قطعی بے خبر تھے۔ اور دوسروں کو بھاگتا دیکھ کر میلے سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

افراسیاب نے عیّاروں کی خبر کا انتظار کیے بغیر باغِ جمشیدی کی راہ لی اور خون کے گھونٹ پیتا ہوا بار گاہِ خاص میں داخل ہوا۔ وہاں ملکہ حیرت اور صرصر نے اُسے سارا واقعہ تفصیل سے بتایا۔ افراسیاب کے غصّے کی انتہا نہ رہی۔ اس نے ملکہ حیرت کو دِلاسا دیتے ہوئے کہا۔ "اس عُمرو اور مہ رُخ نے آج مجھے پورے طِلسم میں رُسوا کر دیا ہے۔ فکر نہ کرو۔ میرے ساتھ چلو۔ ابھی ان سب کو خاک میں ملا دیتا ہوں۔"

افراسیاب کی خاص فوج اُس کے ساتھ تھی۔ وہ اُس کو لے کر ملکہ مہ رُخ کی چھاؤنی کی طرف روانہ ہو گیا۔ سب طِلسمی پرندوں پر سوار تھے۔ تھوڑی ہی دیر

میں اُڑتے ہوئے ملکہ مہ رُخ کی چھاؤنی پر جا کر منڈلانے لگے۔

وہاں ہر خیمہ رنگ برنگی جھنڈیوں سے سجا ہوا تھا۔ جگہ جگہ چراغاں ہو رہا تھا۔ جشن گاہ میں ملکہ سرداروں سمیت بیٹھی دکھائی دے رہی تھی۔ خدمت گار اِدھر اُدھر کھانے پینے کی چیزیں لیے دوڑ رہے تھے۔ پریوں کی ایک ٹولی زرق برق لباس پہنے محفل کو گرما رہی تھی۔ ناچ ہو رہا تھا۔ گانے گائے جا رہے تھے۔ گویا جشنِ فتح منایا جا رہا تھا۔

یہ منظر دیکھ کر افراسیاب کی آنکھوں میں خُون اُتر آیا۔ نعرہ لگا کر فوج کو اُن پر ٹوٹ پڑنے کا حکم دے دیا۔ پھر کیا تھا، آسمان سے آگ، پتھّر، تیروں اور گولوں کی برسات ہونے لگی۔ مہ رُخ کی جانب سے کسی کو بھی جوابی وار کرنے کی مہلت نہ ملی۔ دیکھتے ہی دیکھتے چھاؤنی راکھ کا ڈھیر بن گئی۔ تھوڑے سے وہ سپاہی جو چھاؤنی کے گرد پہرا دے رہے تھے بمشکل اپنی جان بچا کر بھاگ سکے۔ چھاؤنی کے اندر کوئی بھی جیتا نہ بچا۔ سوائے عُمرو کے جو چادر اوڑھے ایک محفوظ جگہ چھپا بیٹھا تھا۔

افراسیاب نے فخر کے ساتھ ملکہ حیرت سے کہا۔ ”عیّاروں کے سوا سارے باغی مارے گئے۔ اب تم فوج سمیت نیچے اُتر کر یہیں بارگاہیں آراستہ کرو اور فتح کا جشن مناؤ۔ میں باغِ سیب میں جا کر آرام کرتا ہوں۔ کل عیّاروں کا بھی کام تمام کروں گا۔“

ملکہ حیرت کے دل سے میلے کی بربادی کا سارا غم جاتا رہا۔ افراسیاب کو رُخصت کر کے وہ فوج سمیت ملکہ مہ رُخ کی تباہ کردہ چھاؤنی میں اُتری۔ طلسمی بارگاہیں خیمے اور شامیانے آناً فاناً آراستہ کر دی گئیں۔ جگمگاتا اور راگ و رنگ کی دھوم میں مچاتا جو خطّہ کچھ دیر پہلے راکھ کا ڈھیر بنا دیا گیا تھا، پہلے سے بھی زیادہ جگمگانے لگا۔ جشنِ فتح کی پہلے سے زیادہ شاندار محفل سجی اور ملکہ حیرت اپنی فوج کے سرداروں سمیت ناچ گانے کا لُطف اُٹھانے لگی۔

خواجہ عُمرو جو عیّاری کی چادر اوڑھے یہ سارا معاملہ دیکھ رہے تھے، خاموشی کے ساتھ وہاں سے نکلے اور کوہِ سیاہ کی سمت فرّاٹے بھرنے لگے۔ ملکہ مہ رُخ کی فوج اور لشکر گاہ کی بربادی کا اُن کے دل پر کوئی اثر نہ تھا۔ غمگین ہونے کی بجائے اُن

کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ دوڑ رہی تھی اور آنکھوں میں چمک تھی، جیسے اُنہوں نے دُشمن کو زبردست دھوکا دیا ہو۔

دراصل بات بھی یہی تھی۔ یہ تو آپ کو یاد ہی ہو گا کہ میلے میں جانے سے پہلے عُمرو نے ملکہ مہ رُخ کی فوج کے ایک خاصے حصّے کو الگ کر کے تین لشکر بنائے تھے اور ان میں سے ایک کو ملکہ فرمانیہ کی سربراہی میں کوہِ سیاہ میں، دوسرے کو ملکہ سُرخ مو کے حوالے کر کے کوہِ سبز میں اور تیسرے لشکر کو افتخار جادُو کی سرداری میں کوہِ سُرخ میں چھپا دیا تھا۔ یہ تینوں لشکر نہ تو مہ رُخ کے ساتھ میلے میں گئے تھے اور نہ افراسیاب کو اُن کا کچھ پتا تھا۔ اس سے بھی بڑا دھوکا عُمرو نے افراسیاب کو یہ دیا کہ میلے سے لوٹ کر آنے کے بعد اُس نے ملکہ مہ رُخ اور اُس کے سرداروں اور منتخب فوجیوں کو عیّاروں کے ساتھ فوراً ہی کوہِ سیاہ روانہ کر دیا تھا۔ جشن گاہ میں فقط ان کی شکل کے پُتلے اور چھاؤنی میں صرف عام سپاہی اور جادوگر رہ گئے تھے۔ انہیں ہدایت کر دی گئی تھی کہ خطرہ دیکھتے ہی بھاگ کھڑے ہوں۔ چنانچہ افراسیاب کے حملے سے یا تو وہ پُتلے تباہ ہوئے یا وہ عام فوجی اور جادُوگر

جو بھاگ نہ سکے۔ مہ رُخ اور اُس کے فوجی کوہِ سیاہ میں محفوظ تھے اور افراسیاب اُس دھوکے میں آ چکا تھا کہ اس نے مہ رُخ اور اس کے سارے سرداروں کو ہلاک کر دیا ہے۔ ملکہ حیرت اور اس کی فوج کو جشن منانے میں مشغُول دیکھ کر عُمرو اب اپنے منصوبے کے باقی حصّے کو پورا کرنے کے لیے کوہِ سیاہ کی طرف اُڑا چلا جا رہا تھا۔ جیسے ہی وہ کوہِ سیاہ کے درّے میں داخل ہوا، ملکہ مہ رُخ نے سرداروں سمیت بڑھ کر استقبال کیا اور خیر و عافیت پوچھی۔ عُمرو نے خوشی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

”دشمن خطرے سے غافل ہو کر ناچ و رنگ میں مست ہو رہا ہے۔ منصُوبہ کامیاب رہا۔ فوراً جاؤ۔ اُسے اِسی حالت میں جہنّم رسید کرو۔“

یہ سنتے ہی مہ رُخ نے سرداروں کو اشارہ کیا۔ اُنھوں نے فوج کو للکارا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں جادُوگروں کا لشکر طلِسمی پرندوں پر اُڑتا ہوا وہاں سے روانہ ہو گیا۔ ملکہ حیرت اور اس کی فوج فتح کے نشے میں راگ و رنگ سے دل بہلا رہی تھی کہ اچانک مہ رُخ اور اُس کی فوج نے اُن پر یلغار کر دی اور جِس طرح افراسیاب نے

اچانک حملہ کر کے مہ رُخ کی چھاؤنی تباہ کر دی تھی، اسی طرح ملکہ حیرت کی کُل فوج اور ساز و سامان آن واحد میں راکھ کا ڈھیر ہو گیا۔ بمشکل تمام ملکہ حیرت وہاں سے جان بچا کر نِکلی اور افراسیاب کی سمت روتی پیٹتی روانہ ہوئی۔

اب ملکہ مہ رُخ نے فتح کے ڈنکے بجاتے ہوئے کوہِ سیاہ کا رُخ کیا۔ وہاں عُمرو نے اِس کامیاب حملے کی مبارک باد دینے کے بعد مہ رُخ سے کہا۔ "افراسیاب اس چوٹ پر تلملا کر بلا جلد حملہ کرے گا۔ اس لیے جیسا انتظام اپنی چھاؤنی میں کیا تھا ویسا ہی اِنتظام کر کے یہاں سے فوراً کوہِ سبز جا پہنچو اور وہاں میرا انتظار کرو۔"

ملکہ مہ رُخ سمجھ گئی کہ عُمرو افراسیاب کو ایک اور دھوکا دینا چاہتا ہے۔ اس نے پہلے کی طرح جشن گاہ آراستہ کرائی اور اس میں اپنی اور اپنے سارے سرداروں کی شکل کے پُتلے رکھ دیے۔ چہل پہل ظاہر کرنے کے لیے خدمت گاروں کو مامور کیا، ڈیرے، خیمے، شامیانے، قناتیں، جُوں کی تُوں رہنے دیں۔ عام سپاہیوں اور جادُوگروں کو پہلے کی طرح خطرہ دیکھ کر بھاگ جانے کی ہدایت دے کر سرداروں اور سپاہیوں کو ساتھ لے کر کوہِ سبز کی طرف روانہ ہوئی۔ خواجہ عُمرو

ایک محفوظ جگہ پہلے کی طرح چادر اُوڑھ کر چھُپ رہے۔

اُدھر ملکہ حیرت نے باغِ سیب میں جا کر افراسیاب کو ساری بپتا کہہ سُنائی۔ افراسیاب کے جوش اور غضب کی انتہا نہ رہی۔ اس نے طلِسمی پرندے باغیوں کے ٹھکانے کا پتا لگانے کے لیے اُڑائے۔ پرندے سراغ لگاتے ہوئے کوہِ سیاہ جا پہنچے۔ مہ رُخ وہاں سے ابھی کوہِ سبز کی جانب روانہ ہوئی تھی۔ طلِسمی پرندوں نے واپس آ کر افراسیاب کو اُن کا ٹھکانا بتا دیا۔ افراسیاب نے تازہ دم فوج اور ملکہ حیرت کو ساتھ لیا اور بڑی شان و شوکت کے ساتھ اُڑتا ہوا کوہِ سیاہ پر جا پُہنچا۔

اس عرصے میں مہ رُخ وہاں سے جا چکی تھی البتّہ اس کی اور اس کے سرداروں کی شکل کے پُتلے جشن مناتے دکھائی دے رہے تھے۔ افراسیاب پھر دھوکا کھا گیا۔ آسمان سے آگ برسا کر آناً فاناً مہ رُخ کی یہ چھاؤنی بھی جلا کر راکھ کر دی اور پہلے کی طرح اُس کو پھر یقین ہو گیا کہ مہ رُخ اور اُس کے سارے سردار ہلاک ہو گئے۔ ملکہ حیرت کو پہلے کی طرح اُس جگہ جشن منانے کا حکم دے کر وہ پھر باغِ سیب واپس چلا گیا۔

ملکہ حیرت کی بار گاہیں آراستہ ہو گئیں۔ جشن کی محفل سجنے لگی۔ اس موقع پر خوجہ عُمرو وہاں سے نِکل کر کوہِ سبز میں جا پہنچے۔ ملکہ مہ رُخ نے پہلے کی طرح پھر اچانک حملہ کر کے حیرت کی فوج کو تہس نہس کر دیا۔ حیرت جان بچا کر روتی پیٹتی افراسیاب کی طرف چلی اور عُمرو ملکہ مہ رُخ اور اُس کی ساری فوج سمیت کوہِ سُرخ جا کر خیمہ زن ہو گیا۔

اُدھر حیرت نے جو افراسیاب کو جا کر ماجرا سُنایا تو وہ اور بھی زیادہ غضب ناک وہ گیا اور باغیوں پر حملہ کرنے کے ارادے سے اُٹھا۔ لیکن اس موقع پر اُس کے جو مشیر موجود تھے انہوں نے سمجھایا کہ حضور دو شب خون مار چکے ہیں۔ لیکن نتیجے میں دھوکے پر دھوکے کھائے ہیں۔ اور اس سے جانی و مالی نقصانات بھی زبردست ہوئے ہیں اور دُشمنوں کو ہنسنے کا موقع بھی ملا ہے۔ پھر یہ بات حضور کی شان کے خلاف ہے کہ حقیر باغیوں پر رات کو چھُپ کر بغیر اِعلان کے چھاپے ماریں اور سُبکی اُٹھائیں۔ جب تک عیّار باغیوں کے ساتھ ہیں، ایسے کسی حربے کے کار گر ہونے کی کوئی اُمّید نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ نامور جادُو گر سردار اور تجربہ کار

فوج ملکہ حیرت کے ساتھ کریں اور وہ جا کر باغیوں کے سامنے پہلے کی طرح خیمہ زن ہوں اور طبلِ جنگ بجوا کر باقاعدہ جنگ کریں۔

افراسیاب نے اس مشورے پر غور کیا تو اسے ہر طرح معقول پایا۔ ملکہ حیرت نے بھی تائید کی۔ افراسیاب نے غصّے کو تھُوک دیا اور لشکر کشی کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ نامی گرامی جادُوگروں، سرداروں اور سپاہیوں کی فہرستیں تیّار ہونے لگیں۔ پورے طلِسم میں خبر مشہور ہو گئی کہ ملکہ حیرت ایک زبردست فوج لے کر باغیوں کی سرکوبی کے لیے جائے گی اور اُن پہلے کی طرح کھلی جنگ کرے گی۔

یہ خبر کوہِ سُرخ میں پہنچی تو ملکہ مہ رُخ، عُمرو اور سارے سردار آپس میں مشورے کرنے لگے۔ ملکہ مہ رُخ نے خیال ظاہر کیا کہ ہم لوگ اپنے بل بوتے پر جنگ کو طول دے سکتے ہیں یا ملکہ حیرت کے لشکر پر وقتی فتح حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن افراسیاب کو تباہ کرنا یا طلِسم ہوش رُبا کو فتح کرنا بغیر کِسی بڑی طاقت کی مدد کے ہمارے لیے ناممکن ہے۔ طلِسم نُور افشاں کا بادشاہ شہنشاہ کوکب روشن ضمیر افراسیاب کو ناپسند کرتا ہے۔ خواجہ عُمرو ایک بار اُس تک پہنچ چکے ہیں اور اُس کی

لڑکی ملکہ بُرّاں کو اپنا ہمدرد بنا چکے ہیں۔ اگر کِسی طرح وہ افراسیاب کے خلاف ہماری مدد کرنے پر آمادہ ہو جائیں تو صورتِ حال بدل سکتی ہے۔ اور ہم افراسیاب پر غالب آنے اور شہزادہ اسد اور ملکہ مہ جبین کو اُس کی قید سے رہائی دلانے کی اُمّید کر سکتے ہیں۔

سارے سرداروں نے مہ رُخ کے اِس خیال سے اِتّفاق کیا اور خاموش ہو کر خواجہ عُمرو کو دیکھنے لگے کہ دیکھئے وہ کیا جواب دیتے ہیں۔

عُمرو کچھ دیر سکون کے ساتھ اِس تجویز پر غور کرتا رہا۔ پھر بولا۔ "مُجھے بھی اِس خیال سے اتّفاق ہے۔ شہنشاہ کوکب روشن ضمیر یقیناً شریف آدمی ہے۔ ہر چند کہ پہلی ملاقات میں میری ایک حرکت پر ناراض ہو گیا تھا۔ پھر بھی اُمّید ہے کہ میں اُسے اپنی حمایت پر راضی کر لوں گا۔ میں طلِسم نُور افشاں جانے کے تیّار ہوں مگر راستہ نہیں جانتا۔ اگر آپ لوگوں میں کوئی میرے ساتھ چلے تو اِدھر اُدھر بھٹکنے میں وقت خراب نہ ہو گا۔"

ملکہ مخمُور فوراً اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اُس نے کہا۔ ”میں طلِسم نُور فشاں کا مختصر راستہ جانتی ہوں۔ اس کے علاوہ سرحد پر میری والدہ اسرار جادُو کی بھی ریاست ہے۔ ہمیں کوئی مُشکل پیش آئی تو اُن کی بھی مدد حاصل کی جا سکے گی۔“

آخر کار طے پایا کہ عُمرو اور ملکہ مخمُور طلِسم نُور افشاں کے لیے روانہ ہوں۔ ملکہ مہ رُخ ساری فوج کے ساتھ واپس اپنی پرانی چھاؤنی میں جا کر خیمہ زن ہو۔ اور ملکہ حیرت سے جنگ کرنے کی تیّاریاں کرے۔ تھوڑی ہی دیر بعد عُمرو اور ملکہ مہ رُخ کوہِ سُرخ سے اپنی اپنی منزل کی سمت روانہ ہو گئے۔

طلسمِ نُور افشاں

ملکہ مہ رُخ عُمرو سے رخصت ہو کر اپنی پرانی چھاؤنی پر پہنچی۔ عین اُسی وقت ملکہ حیرت بھی ایک زبردست لشکر کے ساتھ اپنی سابقہ لشکر گاہ میں اُتری۔ اِرادہ دونوں کا پہلے کی طرح جم کر لڑنا تھا اور چھاؤنیاں دونوں کی پہلی لڑائیوں میں تباہ ہو چکی تھیں۔ اس لیے دونوں میں سے کسی ایک دوسرے پر حملہ کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لیا۔ چند دنوں دونوں تیّاری میں لگی رہیں۔ اس کے بعد پہلے کی طرح ایک دوسرے سے قوّت آزمائی شروع کر دی۔

روزانہ دونوں جانب کے چند نامور جادُوگر سردار ایک دوسرے سے صبح تا شام جنگ کرتے اور اندھیرا ہوتے ہی جنگ ختم کر کے اپنی اپنی چھاؤنیوں میں واپس چلے جاتے۔ کبھی ایک کا پلہ بھاری رہتا، کبھی دوسرے کا۔ جب بھی افراسیاب کا

بھیجا ہوا کوئی بڑا جادُوگر آکر لشکر مہ رُخ میں تہلکہ ڈال دیتا تو عُمرو کے شاگرد عیّار مہتر قیران، ضرغام، جان سوز اور برق عیّاری کر کے اس کا کام تمام کر دیتے۔

یہی حال طِلِسم ہوش رُبا کی سرحد پر کوہِ عقیق کے محاذ کا تھا، جہاں امیر حمزہ پڑاؤ ڈالے سلیمان عنبریں سے مسلسل جنگ کر رہے تھے۔ وہاں عُمرو کا بیٹا چالاک جادُوگروں کے مُقابلے پر ایک سے ایک بڑھ کر کارنامے سر انجام دے رہا تھا۔

افراسیاب دونوں محاذوں پر مسلسل کُمک بھیج رہا تھا۔ ایک جادُوگر مارا جاتا تو اس کی جگہ وہ فوراً دوسرے جادُوگر کو تازہ دم فوج کے ساتھ روانہ کر دیتا۔ دونوں محاذوں پر افراسیاب کو زیادہ نقصان اٹھانا پڑتا لیکن امیر حمزہ اور مہ رُخ چونکہ اس کے ملک میں پیش قدمی نہ کر پائے تھے اس لیے وہ ہونے والے نقصانات کو بڑی آسانی سے پورا کر لیتا تھا۔

امیر حمزہ، مہ رُخ اور عُمرو نے افراسیاب کے چین میں خلل ضرور ڈال دیا تھا۔ مگر اپنی جان، سلطنت یا ملک کی سلامتی کا اسے کسی سے کوئی ڈر نہ تھا۔ صحیح معنوں میں

پہلی بار وہ صرف اس وقت پریشان ہوا جب اسے پتا چلا کہ عُمرو شہنشاہ کوکب سے مدد حاصل کرنے کے لیے طلِسم نُور افشاں کی طرف بڑھا چلا جا رہا ہے۔

افراسیاب کوکب کو کسی بات میں اپنا ہم پلّہ نہ سمجھتا تھا۔ مگر اس موقع پر اس کے دل میں یہ کھٹکا پیدا ہو گیا کہ کوکب کہیں کھُل کر امیر حمزہ اور عُمرو کی مدد کرنے پر آمادہ نہ ہو جائے۔ وہ خوب جانتا تھا کہ اگر عُمرو کوکب کے پاس پہنچنے میں کامیاب ہو گیا تو وہ انہیں آپس میں لڑا کر ہی چھوڑے گا۔ یہی وجہ تھی کہ اُس نے طلِسم نور افشاں کے قریب رہنے والے فرماں بردار بادشاہوں اور سرحدی محافظوں کو سختی سے تاکید کر دی کہ وہ کِسی طرح بھی عُمرو کو طلِسم ہوش رُبا کی حدود سے نہ نکلنے دیں۔ اس کے علاوہ اس نے خود بھی ایک کے بعد ایک زبردست جادُوگر عُمرو اور مخمُور کو گرفتار کرنے کے لیے بھیجے۔ لیکن خواجہ عُمرو بھلا کس کے بس کے تھے۔ کوئی جان جان سے مارا گیا۔ کسی نے ناک کان کٹوائے۔ کوئی اپنی زندگی بھر کی کمائی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ خواجہ ہر طرح اپنی منزل کی طرف بڑھتے ہی رہے۔ ان کی عیّاری اور ملکہ مخمُور کی جادُوگری رکاوٹ بننے والی ہر چیز کو اپنے

راستے سے ہٹاتی چلی گئی۔ آخر میں عین طلِسم ہوش رُبا اور طلِسم نُور افشاں کی سرحد پر انہیں جو مشکلات پیش آئیں وہ ملکہ مخمُور کی ماں ملکہ اسرار جادُو نے دُور کر دیں۔ یہاں تک کہ اپنی جان خطرے میں ڈال کر وہ ان دونوں کو دریائے ہفت رنگ کے پار طلِسم نُور افشاں کی سرحد کے اندر تک پہنچا آئی۔

افراسیاب کو جلد ہی یہ محسوس ہو گیا تھا کہ وہ عُمرو کو کوکب کے پاس جانے سے نہ روک سکے گا۔ چنانچہ دوسری تدبیر کے طور پر اس نے کوکب کے نام ایک خط لکھا اور ایک برق رفتار قاصد کے ہاتھ روانہ کر دیا۔

اُدھر جیسے ہی عُمرو طلِسم نُور افشاں کی سرحد میں داخل ہوا۔ طلِسمی جاسوسوں نے شہنشاہ کوکب کو جا کر اس کی خبر دی اور سرحدی محافظوں نے اس کے بارے میں حکم دریافت کیا۔ کوکب نے مُشیروں سے رائے پوچھی تو انہوں نے ایک رائے ہو کر کہا۔

”حضور کا اقبال بلند رہے۔ ہماری رائے اس معاملے میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔

کاہن جادُو سے دریافت کیجیے کہ اس سے بڑا نجومی اس طلِسم میں نہیں ہے۔ اس کے پاس بزرگوں کی لکھی ہوئی پیش گوئیاں بھی موجود ہیں۔"

مُشیروں کی یہ رائے خود شہنشاہ کوکب کو بھی بہت پسند آئی۔ منتر کے زور سے اُس نے کاہن جادُو کو طلب کیا۔ وہ ساری نئ پرانی کتابیں اور جنم پتریاں لیے حاضر ہو گیا۔ کوکب نے اس سے کہا "اے کاہن جادُو! عُمرو عیّار طلِسم نُور افشاں کی سرحد میں داخل ہو گیا ہے۔ ستاروں کی چال دیکھ کر بتاؤ ہمیں اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے؟"

کاہن جادُو کچھ دیر حساب لگاتا رہا۔ پھر اس نے بعض کتابیں کھول کر دیکھیں اور آخر میں کوکب سے بولا۔ "عالی جاہ! عُمرو افراسیاب کے خلاف حضور سے مدد طلب کرنے کے لیے آیا ہے۔ افراسیاب کا ستارہ نحوست میں مبتلا ہے۔ عُمرو اور حضور کے ستارے اوپر ہیں۔ عُمرو کا ساتھ دینا حضور کے لیے ہر طرح مبارک ہو گا۔"

یہ سُن کر کوکب نے کاکاہن جادُو کو رخصت کیا اور جاسوسوں اور سرحد داروں کو حکم دیا کہ عُمرو کو آنے دو۔ اس کے ساتھ ہی کوکب نے اپنی بیٹی ملکہ بُرّاں کو لکھ بھیجا کہ شہنشاہ عیّاراں خواجہ عُمرو تشریف لائے ہیں تم اپنے وزیر کو بھیج کا ان کا استقبال کرو اور قلعہ ہفت رنگ میں مہمان کو عزّت کے ساتھ رکھو۔

ملکہ بُرّاں پہلی بار عُمرو کو ایک عجوبہ سمجھ کر طلِسمی جال سے نکال لائی تھی۔ مگر اب اس کے کارنامے سُن سُن کر وہ اس کی مُرید ہو چکی تھی۔ باپ کے خط سے اسے عُمرو کی اچانک آمد کی اطلاع ملی تو خوشی سے اس کا دل باغ باغ ہو گیا اور دھُوم دھام کے ساتھ اس نے عُمرو کے استقبال کے لیے اپنے وزیر خاص کو روانہ کیا۔

عُمرو اور مخمور چلے آرہے تھے کہ ایک جگہ اُنہیں جلوس آتا دکھائی دیا۔ مخمور ایک درخت کی اوٹ چھُپ گئی۔ عُمرو نے جلدی جلدی میراثیوں جیسے کپڑے پہنے اور بھیس بدل کر جلوس میں جا شامل ہوا۔ ”کیوں میاں! یہ برات کہاں جا رہی ہے؟“ ایک شخص سے اُس نے پوچھا۔

"برات؟" اس شخص نے حقارت کے ساتھ نقلی میراثی کو گھورتے ہوئے جواب دیا۔ "اے احمق! یہ جلوس ہے۔ ہمارے آگے آگے چلنے والا دولہا نہیں۔ بُرّاں کا وزیر ہے۔ شہنشاہ کوکب کی خواہش کے مطابق ہم جناب عُمرو عیّار کے استقبال کو جارہے ہیں۔"

یہ حال معلوم کرکے عُمرو واپس ملکہ مخمُور کے پاس جا پہنچا۔ اس نے یہ خبر سن کر عُمرو سے کہا۔ "خواجہ جی! مبارک ہو۔ کام بنتا نظر آرہا ہے۔ بہتر ہے کہ ہم کچھ اپنی بھی شان و شوکت کا مظاہرہ کریں۔ ورنہ اس حال میں استقبال کرنے والوں کے سامنے آگئے تو زبان سے تو کچھ نہ کہہ سکیں گے پر دل میں ضرور ہمارا مذاق اڑائیں گے۔"

"شاباش!" عُمرو نے مخمور کی پیٹھ ٹھونکتے ہوئے کہا۔ "اب تم بہت سمجھدار ہو گئی ہو۔ اچھا تم جادُو کے زور سے ایک شاندار بارگاہ اور اس کے ارد گرد کچھ خیمے اور شامیانے قائم کردو۔ باقی سارا کام میں کرلوں گا۔"

چند ہی لمحوں بعد خیموں کا ایک شاندار محل وہاں موجود تھا۔ ملکہ بُرّاں کا وزیر اُس کے قریب پہنچا ہی تھا قریب کسی نے انتہائی ڈراؤنی آواز میں للکارا۔ ”خبر دار! یہ دنیا بھر کے عیّاروں کے شہنشاہ خواجہ عُمرو کی بار گاہ ہے۔ بغیر اجازت ہر گز قدم آگے نہ بڑھانا۔“

اس للکار کی دہشت سے وزیر اور اس کے سارے ہمراہی کانپ اُٹھے۔ آخر کار وزیر نے جی کڑا کر کے کہا۔ ”بھائی آپ کون ہیں؟ آواز تو سنائی دیتی ہے پر آپ دکھائی نہیں دیتے۔ مہربانی کر کے مجھے خواجہ جی کے پاس لے چلیے۔ ملکہ بُرّاں کے حکم سے میں ان کے استقبال کو آیا ہوں۔“

جواب میں آواز آئی۔ ”میں شاہِ جنّات ہوں۔ اپنی فوج کے ساتھ خواجہ کی خدمت کے لیے مامور ہوں۔ اگر تم خواجہ کے دوست ہو تو ساتھیوں کو یہیں چھوڑو۔ تنہا میرے ساتھ چلو۔ خواجہ کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔ وہ جو چاہیں گئے، فیصلہ کریں گے۔“

وزیر سواری سے اُترا۔ نہ نظر آنے والے شاہِ جنّات نے اُسے بازو سے پکڑا اور قنات کے اندر لے گیا۔ بار گاہ کے پہلے خیمے کے اندر جا کر شاہِ جنّات نے کہا۔ ”میں نگرانی کے لیے باہر جاتا ہوں یہاں سے تمہیں دوسرا جن ساتھ لے کر جائے گا۔“

وزیر کو محسوس ہوا کہ پہلا جن اسے چھوڑ کر چلا گیا۔ اور دوسرا جن اس کا ہاتھ پکڑ کر دوسرے خیمے کی طرف چل رہا ہے۔ دوسرے خیمے میں پہنچ کر جن نے کہا کہ ”اگلے خیمے تک تمہیں تیسرا جن لے جائے گا۔“ تو اس کی آواز پہلے جن سے اس قدر مختلف تھی کہ وزیر کو یقین ہو گیا کہ واقعی یہ دوسرا جن تھا۔ اِسی طرح چھ خیموں تک مختلف جن اس کی رہبری کرتے رہے اور ساتویں خیمے میں ملکہ مخمور نے وزیر کو خوش آمدید کہا اور اپنے ساتھ لے کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی خواجہ عُمرو کی بار گاہ میں داخل ہو گئی۔

وہاں خواجہ عُمرو بیش قیمت پوشاک اور تاج پہنے ہوئے ایک جڑاؤ اُونچی کُرسی پر رونق افراز تھے۔ سامنے کہیں تخت کہیں کُرسی اور کہیں صوفے بچھے ہوئے

تھے۔ ان پر کوئی بھی بیٹھا ہوا نظر نہ آتا تھا۔ مگر خواجہ عُمرو ان کی طرف مخاطب ہو کر اس طرح اشارے اور گفتگو کر رہے تھے جیسے سچ مچ ان پر لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔

وزیر بے چارہ پہلے ہی سے جنوں کا قائل ہو چکا تھا۔ اُسے یقین ہو گیا کہ دربار جن سرداروں سے بھرا ہوا ہے۔ عُمرو کا رُعب و دبدبہ اس کے دل پر اس حد تک چھا گیا کہ جب تک عُمرو نے خود اسے مخاطب نہ کیا وہ گردن نیچے کیے خاموش کھڑا رہا۔ بھلا وہ بیچارہ کیسے سمجھ سکتا تھا کہ جن جنوں سے اس کا واسطہ پڑا تھا وہ صرف ایک خواجہ عُمرو ہی تھے۔ اسے کیا پتا تھا کہ عیّاری کی چادر اوڑھنے کے بعد انہیں کوئی نہیں دیکھ سکتا اور آوازیں بدل کر بات کرنا اُن کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ عُمرو نے اس سے آمد کی غرض پوچھی تو اُس نے ہاتھ باندھ کر ادب سے جواب دیا۔

”شہنشاہ کوکب کی ہدایت کے مطابق ملکہ بُرّاں نے قلعہ ہفت رنگ میں حضور کی مہمانی کا انتظام کیا ہے۔ میں حضور کو لینے آیا ہوں۔“

خواجہ عُمرو پہلے ہی یہ بات جان چکے تھے۔ انہیں تو محض وزیر پر رنگ جمانا تھا۔ تھوڑے نخرے کے بعد وزیر کے ساتھ ہو لیے۔ ملکہ مخمور اُن کے پیچھے پیچھے چلی۔ میدان میں پہنچنے پر مخمُور نے منتر پڑھ کر اپنے بنائے ہوئے سارے جادُوئی ڈیرے خیمے غائب کر دیے۔ وزیر نے عُمرو اور مخمور کو خاص تخت سوار کرایا۔ جلوس شان و شوکت کے ساتھ روانہ ہو گیا۔

قلعہ ہفت رنگ کے دروازے پر ملکہ بُرّاں نے جلوس کا استقبال کیا۔ عُمرو اور مخمُور کو ایک شاندار محل میں ٹھہرایا گیا۔ رات کو ملکہ بُرّاں نے باغِ عیش میں عُمرو کی دعوت کی۔ اس موقع پر شاہی خاندان کی کئی شہزادیاں اور معززّینِ شہر وہاں موجود تھے۔ ملکہ بُرّاں نے ایک ننھی مُنّی گڑیا سی شہزادی سے عُمرو کا تعارف کرایا تو وہ بولی۔ ”اچھا! یہی خواجہ عُمرو ہیں! افراسیاب کی انہی سے لڑائی ہے۔“

جواب میں ملکہ بُرّاں نے ہاں کہا۔ اس پر وہ عُمرو سے بولی۔ ”میاں جی سنا ہے آپ کئی بار طلِسم باطن میں جا چکے ہیں۔ آپ کو افراسیاب کے ملک اور دربار کی ہر بات معلوم ہے۔ بتایئے کیا آپ نے میری نمک حرام لونڈی جنین کو بھی کہیں دیکھا

ہے۔ وہ میرے جواہرات چرا کر بھاگ گئی ہے۔ کہیں افراسیاب نے تو اُسے پناہ نہیں دے رکھی؟"

عُمرو نے پانچ چھ سال کی نظر آنے والی شہزادی سے یہ بات سُنی تو حیران رہ گیا۔ اسے کوئی جواب دینے کی بجائے اُس نے ملکہ بُرّاں سے کہا۔ "ذرا ان صاحب زادی کا مکمّل تعارف کرایئے۔ اتنی ننھی مُنّی ہیں مگر باتیں ماشا اللہ بڑی سمجھداری کی کرتی ہیں۔"

ملکہ بُرّاں نے مُسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "خواجہ جی! شہنشاہ کوکب کی بھتیجی مجلس جادُو ہیں۔ ماشاء اللہ جوان اور میری ہم عمر ہیں مگر جادُو کے زور سے چھ سال کی بنی رہتی ہیں۔ جادُوگری میں اِن کا جواب نہیں۔ اڑ جائیں تو کسی کو بھی خاطر میں نہ لائیں۔ جس سے بگڑ جائیں ناک رگڑوائے بغیر نہ چھوڑیں۔"

یہ سنتے ہی عُمرو کا دماغ کام کر گیا۔ مجلس جادُو کو افراسیاب کے خلاف بھڑکانے کا بھلا اس سے اچھا اور کون سا موقع ہو سکتا تھا۔ اس نے کہا "اچھا تو آپ ہی مجلس

جادُو ہیں۔ آپ کا نام بہت پہلے سُن چکا ہوں۔ شہزادی صاحبہ! مجھے یاد پڑتا ہے کہ ایک بار جب صرصر مُجھے گرفتار کر کے باغِ سیب میں لے گئی تھی تو وہاں دربار میں مَیں نے آپ کی لونڈی کو دیکھا تھا۔ وہ مردُود آپ کو بہت بُرا بھلا کہہ رہی تھی اور افراسیاب بھرے دربار میں آپ کا اور شہنشاہ کوکب کا مذاق اڑا رہا تھا۔"

"تو کیا افراسیاب نے واقعی اس چڑیل کو پناہ دے رکھی ہے؟" مجلس جادُو نے کیا۔

عُمرو نے اُسے بھڑکانے کے لیے ٹکڑا لگایا۔ "پناہ؟ ارے شہزادی صاحبہ! پناہ تو افراسیاب اسے پہلے ہی دے چکا تھا۔ میرے سامنے تو اُس نے آپ کی برائی کرنے پر اس کو انعام بھی دیا۔ بلکہ یہ بھی اعلان کر دیا کہ کوکب کی بھتیجی کی اِس لونڈی کو عنقریب میں اپنے کسی ماتحت بادشاہ کی بیگم بناؤں گا۔"

اِتنا سُننا تھا کہ مجلس جادُو غصّے سے آگ بھبھُوکا ہو گئی۔ افراسیاب اور جنین کو طرح طرح کی صلوٰاتیں سنانے کے بعد بولی۔ "اچھا! اب میں دیکھتی ہوں جنین کی بچّی کس طرح مُجھ سے جان بچاتی ہے۔ طلِسم ہوش رُبا کو خاک میں نہ ملایا تو میرا

نام مجلس جادُو نہیں۔"

یہ کہہ کر اس نے جھولی سے ایک گُڈّا نکالا اور کچھ پڑھ کر اس پر پھونکا۔ کپڑے کا بنا ہوا وہ ننھا سا گُڈّا دیکھتے ہی دیکھتے لمبا تڑنگا دیو بن گیا۔ ایک خوفناک انگڑائی لینے کے بعد ادب سے سر جھکا کر اُس نے مجلس جادُو سے کہا۔ "ملکہ! حکم فرمایئے۔ غلام تابعدار ہے۔"

ملکہ بُرّاں اور دوسری شہزادیوں نے اِشارے سے مجلس جادُو کو روکنے کی کوشش کی۔ مگر وہ بھلا کب ماننے والی تھی۔ اس نے للکارتے ہوئے دیو سے کہا۔ "یہاں سے سیدھا افراسیاب کے باغِ سیب میں جا۔ جنین کو جہاں بھی اور جس حالت میں بھی ہو پکڑ کے لے آ۔"

"ملکہ کا حکم سر آنکھوں پر۔" دیو نے جواب میں کہا اور چنگھاڑتا ہوا اُڑ کر غائب ہو گیا۔

عُمرو کے من میں لڈّو پھوٹنے لگے۔ ملکہ بُرّاں پریشان ہو کر مجلس جادُو سے کہنے

لگی۔ ”بی بی تم غضب کر دیا۔ دیو ناکام رہا یا مارا گیا تو شہنشاہ کوکب کی انا کو ٹھیس لگے گی اور جنین کو پکڑ لایا تو افراسیاب کی ناک کٹے گی۔ دونوں صورتوں میں خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔ ہوش رُبا اور طِلسم نُور افشاں کے درمیان کھل کر جنگ چھڑ جائے گی۔ ایسا ہی غصّہ آ گیا تھا تو جا کر شہنشاہ کوکب سے شکایت کر دیتیں۔ وہ خود جیسا مناسب سمجھتے کرتے۔“

دوسری شہزادیاں بھی مجلس جادُو کو سمجھانے لگیں اور دیو کو واپس بُلانے کے لیے اس پر زور ڈالنے لگیں۔ لیکن اس نے کہا۔ ”آپ خواہ مخواہ میرے پیچھے پڑ گئی ہیں۔ میں نے جو کچھ کیا ٹھیک کیا۔ جو ہونا ہے ہو جائے۔ میں تو دیو کو واپس نہ بلاؤں گی۔ رہ گئی شہنشاہ کی اجازت کی بات تو آپ خوب جانتے ہیں کہ ان کی اجازت کے بغیر نہ کوئی طِلسم نُور افشاں میں داخل ہو سکتا ہے، نہ باہر جا سکتا ہے۔ اگر یہ بات شہنشاہ کو ناپسند ہو گی تو وہ خود ہی میرے دیو کو طِلسم ہوش رُبا نہ جانے دیں گے۔“

بات معقول تھی۔ شہزادیاں لاجواب ہو کر ایک دوسرے کو تکنے لگیں۔ موقع

سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عُمرو بول اُٹھا۔ ”معزز خواتین! مجھے یہ حق نہیں کہ میں آپ لوگوں کے معاملات میں دخل دوں۔ لیکن بُرا نہ مانیں تو عرض کروں کہ مجلس جادُو نے بڑی اچھی بات کہی ہے۔ اگر شہنشاہ کوکب کو افراسیاب کی خاطر منظور ہوئی تو وہ دیو کو واپس کر دیں گے اور اگر مجلس جادُو کی آن عزیز ہوئی تو اسے جانے دیں گے۔ آپ لوگ اپنے مُنہ کا مزہ کیوں خراب کریں۔ چند گھنٹوں کے اندر اندر نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔“

عُمرو کے اس سمجھانے سے شہزادیوں کی فکر دُور ہو گئی لیکن ہونے والی نوک جھونک کے سبب اُن کا ہنسنا بولنا کُچھ ٹھنڈا پڑ گیا۔ یہ دیکھ کر ملکہ بُرّاں نے عُمرو سے کہا۔ ”خواجہ جی! اب مہربانی کر کے آپ ہی محفل کا رنگ بدلیے۔ سُنا ہے کہ آپ بہت اچھا گاتے ہیں۔ کُچھ سنایئے کہ دلوں کا غبار صاف ہو جائے۔“

مجلس جادُو اور دوسری سب شہزادیوں نے بھی اصرار کیا۔ اس پر عُمرو نے تھوڑے سے نخرے کے بعد گانا شروع کر دیا۔ محفل میں موجود لوگوں نے ایسا گانا کب سُنا تھا۔ ہر ایک مست ہو کر جھومنے لگا۔ عُمرو جوں جوں گاتا جاتا اس کی

آواز میں درد بڑھتا جاتا۔ سُننے والوں کے دل بھی پسیجتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ عُمرو ہچکیاں لے لے کر رونے لگا۔"

ملکہ بُرّاں کے اشارے پر خادمائیں دوڑ پڑیں۔ کوئی عُمرو پر عطر چھڑکنے لگا۔ کوئی اس کا مُنہ گلاب کے عرق سے دھونے لگا۔ کسی نے پنکھا سنبھالا۔ کسی نے شربت کا گلاس پیش کیا۔ کوئی سر پر تیل کی مالش کرنے لگی۔ کوئی پیٹھ سہلانے گی۔ بڑی مشکل سے عُمرو کی طبیعت سنبھلی۔ ساری شہزادیاں اس کے گرد جمع ہو گئیں اور قسمیں دے دے کر رونے کا سبب پوچھنے لگیں۔

کچھ دیر انہیں اور پریشان کرنے کے بعد خواجہ سسکیاں لے لے کر بڑے دکھ سے کہنے لگے۔ "شہزادیو! میں بھی آدمی ہوں۔ میرا شہزادہ اسد اپنی ملکہ مہ جبین سمیت افراسیاب کے طلِسم میں مدّت سے قید ہے۔ میں مدد حاصل کرنے کے اِرادے سے یہاں آیا ہوں۔ خدا جانے ان غریبوں پر کیا ظلم ڈھائے جا رہے ہوں گے۔ اچانک اُن کی یاد اور اپنی بے بسی کے سبب دل کو چوٹ لگی اور رونے لگا۔"

اتنا کہہ کر عُمرو پھر ہچکیاں لے لے کر رونے لگا۔ شہزادیاں پہلے ہی عُمرو کی خیر خواہ ہو چکی تھیں۔ اب اُسے اس بری طرح روتا دیکھ کر وہ اور بھی اُس کی ہمدرد ہو گئیں۔ ایک ایک کر کے ساری شہزادیوں نے عُمرو کو یہ یقین دلایا کہ وہ شہنشاہ کوکب کو اس کی مدد کرنے پر مجبور کریں گی۔ تب جا کر اُس نے رونا بند کیا اور ہاتھ اٹھا اٹھا کر ایک ایک شہزادی کو دعائیں دینے لگا۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ چاندی کی ایک طشتری کسی طرف سے اڑتی ہوئی آئی اور ملکہ بُرّاں کے سامنے آ کر ٹھہر گئی۔ محفل میں موجود ہر شخص یہ دیکھ کر ادب سے کھڑا ہو گیا۔ طشتری میں ایک بند لفافہ رکھا ہوا تھا۔ ملکہ بُرّاں نے ہاتھ بڑھا کر لفافہ اُٹھا لیا۔ چاندی کی طشتری جس طرح آئی تھی، اُسی طرح واپس چلی گئی ملکہ بُرّاں نے لفافہ کھول کر خط نکالا اور پڑھنے لگی۔ ہر شخص کی نگاہیں ملکہ بُرّاں کے چہرے پر جم گئیں۔ جوں جوں وہ خط پڑھتی جاتی، خوشی سے اس کا چہرہ کھلتا جاتا۔ خط ختم کرتے ہیں وہ بڑے جوش سے پکار اٹھی۔ ”مبارک ہو! شہنشاہ کوکب کا عنایت نامہ ہے۔ کچھ دیر ہوئے افراسیاب کا ایک قاصد خط لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔

افراسیاب نے خواجہ عُمرو کی گرفتاری کا مطالبہ کیا تھا۔ شہنشاہ کوکب کو یہ بات ناگوار گزری۔ انہوں نے سخت جواب دے کر افراسیاب کے قاصد کو واپس کر دیا۔"

عُمرو اور مخمُور کے من میں لڈّو پھُوٹ رہے تھے۔ مگر دونوں خاموش بیٹھے رہے۔ ملکہ بُرّاں سے نہ رہا گیا اس نے کہا۔ "آپ لوگ اتنی اچھی خبر سُن کر بھی اداس ہیں۔ کچھ بول نہیں رہے؟"

عُمرو نے ٹھنڈی سانس لی اور دعائیں دینے کے بعد کہا۔ "ملکہ صاحبہ! آپ کی ہمدردی اور شہنشاہ کی عنایت سے مجھے بڑا سہارا ملا ہے مگر یہ فکر کھائے جاتی ہے کہ افراسیاب میرے ساتھیوں پر ظلم کے پہاڑ توڑ رہا ہو گا۔ ایسا نہ ہو کہ جب تک ہم اُن کی مدد کو پہنچیں ان کا صفایا ہو جائے۔"

"آپ اس کی بالکل فکر نہ کریں۔" ملکہ بُرّاں نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "آپ کے ساتھیوں کی خیریت معلوم کرنے کے لیے میں ابھی کسی کو روانہ کرتی ہوں

اور کوئی ایسی ویسی بات ہوئی تو ان کی مدد کے لیے فی الفور لشکر روانہ کر دوں گی۔ بلکہ اگر ضرورت ہوئی تو میں خود اس کے ساتھ جاؤں گی۔"

مجلس جادُو اور دوسری شہزادیاں بھی ایک ساتھ چیخ اُٹھیں۔ "ہم بھی خواجہ کی حمایت میں افراسیاب سے لڑنے کے لے چلیں گے۔"

خواجہ عُمرو کی دِلی مراد پوری ہو رہی تھی۔ ملکہ بُرّاں، مجلس جادُو اور دوسری ساری شہزادیوں کو خوب خوب دعائیں دے کر وہ پھلجھڑیاں چھوڑنے لگا۔ ملکہ بُرّاں نے دو طِلسمی پُتلوں کو جھُولی سے نکال کر عُمرو کے لشکر کی خبر لانے کے لیے روانہ کر دیا۔ کھانے پینے کا دُور چلنے لگا۔ بعد میں خواجہ عُمرو نے مجلس جادُو کی فرمائش پر ناچ گانے کا کمال دِکھا کر ایسا سِکّہ جمایا کہ سب اُن کا دم بھرنے لگے۔

قرطاس جادُو کی موت

مجلس جادُو کا دیو ملکہ بُرّاں کے پُتلے طلِسم ہوش رُبا کی جانب اُڑے چلے جا رہے تھے۔ شہنشاہ کوکب کے جاسوسوں اور سرداروں نے انہیں روکنے کی تو کوشش نہ کی البتّہ احتیاط کے خیال سے اُن کا پیچھا ضرور کرتے رہے۔ چند ایک نے واپس جا کر شہنشاہ کو اس کی اِطّلاع دے دی۔ شہنشاہ کوکب نے کِسی سے کچھ نہ کہا۔ لیکن جب سرحد پر دیو اور پُتلوں کو روک کر محافظوں نے شہنشاہ سے حکم دریافت کیا تو اس نے کہہ دیا کہ انہیں جانے دو۔

طلِسم نُور افشاں کی سرحد پار کر کے دیو تو کنیز جنین کی تلاش میں طلِسم ہوش رُبا کے طلِسم باطن کی طرف ہو گیا اور دونوں پُتلے ملکہ مہ رُخ اور اُس کے لشکر کی خیر و عافیت معلوم کرنے کے لیے طلِسم ظاہر کی سمت روانہ ہو گئے۔

مجلس جادُو کا دیو جنین کو ڈھونڈتا ہوا دریائے خونِ رواں کے پار جا پہنچا۔ اِتّفاق سے ایک شاندار محل کے صحن میں اسے جنین دکھائی دے گئی۔ وہ چوکی پر بیٹھی منہ دھو رہی تھی اور کنیز کی بجائے کسی نواب کی بیگم معلوم دے رہی تھی۔ دیو اس کے یہ ٹھاٹھ باٹھ دیکھ کر سخت غصّے میں آ گیا اور اسے للکارتا اور برا بھلا کہتا ہوا اس پر جھپٹ پڑا۔ جنین کی جو نہی اس پر نظر پڑی بچاؤ بچاؤ پُکارتی ہوئی اِدھر اُدھر بھاگنے لگی۔ اس کی خادمائیں، نوکروں اور سپاہیوں نے جو حال دیکھا تو سب دیو پر ٹوٹ پڑے۔ مگر وہ مجلس جادُو جیسی زبردست جادُوگرنی کا دیو تھا۔ دوسروں کا تو کوئی حربہ اس پر اثر نہ کر سکا البتّہ اس نے جس کے تھپّڑ رسید کیا اس کا منہ چپٹا ہو گیا۔ جس پر گولا مارا اُس کا بھرکس نکل گیا۔ جس کو اُٹھا کر پھینکا اُس کی ہڈّیاں چکنا چُور ہو گئیں۔ دروازوں اور دیواروں کو توڑتا ہوا روکنے والوں کا صفایا کرتا ہوا وہ جنین کا پیچھا کرتا رہا۔

جنین نے جب دیکھا کہ اُس کا بچنا مشکل ہے تو جادُو کے زور سے اُڑتی ہوئی سیدھی باغِ سیب کی طرف بھاگی۔ دیو بھی چنگھاڑتا ہوا اُس کے پیچھے چلا۔ افراسیاب دربار

لگائے بیٹھا تھا کہ جنین دہائی دیتی ہوئی اُس کے قدموں پر گر پڑی۔ "حضور بچائیے۔ مجلس جادُو کا دیو مجھے پکڑے جاتا ہے۔"

افراسیاب حیرت سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ دیو ابھی تک وہاں نہیں پہنچ پایا تھا۔ افراسیاب نے کہا۔ "جا کر اپنی کرسی پر اطمینان سے بیٹھ۔ کسی کی مجال نہیں جو تُجھے میرے دربار سے پکڑ کر لے جائے۔"

جنین ڈرتی سہمتی اپنی کرسی کی طرف بڑھی لیکن ابھی بیٹھ نہ پائی تھی کہ مجلس جادُو کا دیو طوفانی بگولے کی طرح آیا اور اسے پنجے میں داب کر لے اُڑا۔ یہ سب کچھ اتنی تیزی کے ساتھ ہو گیا کہ دیکھنے والے ہکّا بکّا رہ گئے۔ ایک لمحے کے لیے تو خود افراسیاب بھی معاملے کو نہ سمجھ سکا۔ مگر پھر جنین کی چیخوں کی آواز نے اُسے چونکا دیا۔

اس نے فوراً ہی ایک فولادی گولا دیو کی طرف اُچھال دیا۔ دیو جنین کو لیے ہوئے بڑی تیزی کے ساتھ آسمان کی سمت اُڑا چلا جا رہا تھا۔ اچانک افراسیاب کا طلِسمی

گولا اس کے سر پر جا لگا۔ اس کی کھوپڑی کے پر خچے اُڑ گئے۔ جنین اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ یہ دیکھ کر افراسیاب نے ایک جادُوئی پنجے کو اشارہ کیا۔ پنجہ ہوا میں اُڑا اور گرتی ہوئی جنین کو سنبھال کر دربار میں اُس کی کرسی پر لا بٹھایا۔ سارے درباری افراسیاب کی تعریف کے گُن گانے لگے۔

اِتّفاق سے اُسی وقت وہ قاصد دربار میں حاضر ہوا جسے افراسیاب نے اپنا خط دے کر شہنشاہ کوکب کے پاس بھیجا تھا۔ قاصد نے جب افراسیاب کو سب کے سامنے یہ بتایا کہ عُمرو کو کوکب نے اپنا مہمان بنا رکھا ہے اور اس کی حمایت کرنے پر آمادہ ہے تو افراسیاب غصّے سے سُرخ ہو گیا۔ اُسی حالت میں اس نے ایک سخت دھمکی آمیز خط کوکب کے نام لکھوایا اور اپنے ایک زبردست جادُوگر سردار قرطاس جادُو کو طلب کر کے اُسے حکم دیا۔ "جادُوگروں کی ایک بڑی فوج لے کر طلِسم نُور افشاں میں کوکب کے پاس جا۔ اُسے میرا یہ خط دے اور اِس کا جواب لے کر واپس آ۔ اگر کوکب سختی سے پیش آئے تو خبر دار! اُس سے نہ ڈرنا۔ لڑائی کی نوبت آ جائے تو ہرگز مُنہ نہ موڑنا۔ ضرورت پڑی تو تیری مدد کے لیے اور بھی فوج بھیج

دوں گا۔ بلکہ خود بھی پہنچ جاؤں گا اور ہاں۔ دیکھ وہاں عُمرو بھی ہو گا۔ ہو سکے تو پہلے اُسے ٹھکانے لگانے کی کوشش کرنا۔"

قرطاس جادُو خود بھی بڑا سرکش آدمی تھا۔ اور شہنشاہ کوکب سے دل میں سخت بُغض رکھتا تھا۔ افراسیاب کی شہہ پا کر اور بھی دلیر ہو گیا اور ایک زبردست لشکر کے ساتھ بڑے طمطراق کے ساتھ باغِ سیب سے روانہ ہوا مگر دریائے خونِ رواں کے پار پہنچ کر طلِسم نُور افشاں کی طرف جانے کی بجائے اُس نے ملکہ حیرت کی لشکر گاہ کا رُخ کیا۔

ملکہ حیرت نے اُس کی بڑی آؤ بھگت کی اور مبارک باد دیتے ہوئے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ کوکب تمہیں نقصان پہنچانے کی ہمّت نہ کر سکے گا اور اگر کرے گا بھی تو تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ البتّہ وہاں عُمرو موجود ہے۔ ذرا اُس سے ہوشیار رہنا۔"

قرطاس نے ڈینگ مارتے ہوئے جواب دیا۔ "ملکہ آپ اِس کا بالکل خیال نہ

کریں۔ میں نے طے کر لیا ہے کہ کوکب کے دربار میں اُس کے سامنے سب سے پہلے میں بھالا بن کر عُمرو کا کام تمام کروں گا۔ اس کے بعد کوکب سے بات کروں گا۔ اس طرح کوکب بھی مرعوب ہو جائے گا اور عُمرو کا کھٹکا بھی ہمیشہ کے لیے جاتا رہے گا۔"

مہ رُخ کے جاسوس ہمیشہ بھیس بدلے ملکہ حیرت کے دربار میں موجود رہا کرتے تھے۔ قرطاس جادُو کا یہ منصوبہ سُنتے ہی چند وہاں سے نِکلے اور تیر کی طرح ملکہ مہ رُخ کے پاس جا کر اُسے سارا معاملہ بتا دیا۔ مہ رُخ کے دربار میں جس نے بھی قرطاس جادُو کے ناپاک منصوبے کا حال سُنا تڑپ اُٹھا۔ ہر شخص کہنے لگا "اگر قرطاس اپنے منصوبے میں کامیاب ہو گیا تو غضب ہو جائے گا۔ اُسے ناکام بنانے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اُسے طِلسم نُور فشاں جانے پہلے یہیں ختم کر دیا جائے۔"

مہ رُخ خود بھی اس خبر سے بڑی پریشان تھی۔ لیکن دوسروں کی طرح قرطاس اور ملکہ حیرت پر یلغار کرنا کسی بھی طرح مفید نہ سمجھتی تھی۔ اس نے عُمرو کے شاگرد عیّاروں سے رائے لی تو چاروں عیّاروں نے آپس میں مشورہ کر کے اُسے

اپنے فیصلے سے آگاہ کر دیا۔ مہ رُخ نے اہلِ دربار کو سمجھاتے ہوئے اعلان کیا۔

"خواجہ کے شاگرد ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ ہم کھلم کھلا قرطاس سے لڑیں۔ ان کی طاقت ہم سے کئی گنا زیادہ زیادہ ہے۔ نقصان کے سوا ہمیں کچھ حاصل نہ ہو گا۔ البتہ قرطاس کا خاتمہ کرنے کے لیے انہوں نے طے کیا ہے کہ مہتر قیران اور برق فرنگی بھیس بدل کر اُس کے پیچھے لگ جائیں گے اور موقع پا کر اس کا کام تمام کر دیں گے۔ ان کی غیر حاضری میں ضرغام اور جان سوز ہمارے ساتھ رہیں گے۔ بہتر یہی ہے کہ آپ لوگ اس فیصلے پر عمل کریں۔ اس طرح سانپ بھی مر جائے گا اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے گی۔"

اس خیال کو سب لوگوں نے پسند کیا۔ مہتر قیران اور برق فرنگی ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں گئے اور بھیس بدل کر قرطاس جادُو کی فوج میں شامل ہو گئے۔ قرطاس جادُو نے وہ رات ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں اپنے عزیزوں اور دوستوں کے ساتھ گزاری اور دوسرے دن منہ اندھیرے طلسم نُور افشاں کی طرف روانہ ہو گیا۔

سارا دن سفر کرتے رہنے کے بعد شام کے وقت اس نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ اِتّفاق وہاں اس کی مُڈ بھیڑ ملکہ بہار جادُو سے ہو گئی۔ وہ بیمار تھی اور ملکہ مہ رُخ کی اجازت سے وہاں آرام کرنے کے لیے آئی ہوئی تھی۔ دونوں کے درمیان سخت لڑائی ہوئی۔ لیکن بیمار ہونے کی وجہ سے ملکہ بہار اپنے پورے جوہر نہ دکھا سکی۔ آخر قرطاس نے اُسے مع اس کی کنیزوں اور خادماؤں کے گرفتار کر لیا۔

قیران اور برق کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ بے چین ہو گئے۔ دونوں ساری رات قرطاس جادُو کے خیمے کے چکر لگاتے رہے لیکن اس نے اپنے خیمے کے گرد کچھ ایسا طِلسمی حصار بنا رکھا تھا کہ انہیں اندر داخل ہونے کا موقع ہی نہ مل سکا۔

صبح ہوتے ہی لشکر نے پھر کُوچ کر دیا۔ دن بھر سفر جاری رہا۔ شام کو پھر ایک جگہ پڑاؤ ڈالا گیا۔ اس مرتبہ بھی دونوں عیّاروں نے قرطاس کا کام تمام کرنے کے لیے طرح طرح کے جتن کیے مگر اس کے خیمے میں داخل نہ ہو سکے۔ کئی دن اسی طرح سفر اور قیام کرنے کے بعد قرطاس جادُو بالآخر طِلسم نُور افشاں کی حد میں داخل ہو گیا۔

برق فرنگی نے مہتر قیران سے کہا۔ ''ہم لوگوں کے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ قرطاس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں لیکن نہ اُسے ختم کر سکے، نہ ملکہ بہار جادُو کو چھُڑا سکے۔ اس سے تو بہتر ہے کہ ہم عیّاری کا خیال چھوڑ کر مردانہ وار قرطاس پر ٹوٹ پڑیں یا اُسے ماریں یا خود مارے جائیں۔ ورنہ اُستاد کو مُنہ دکھانے کے قابل نہ رہیں گے۔''

''بس آج آخری دن ہے۔'' مہتر قیران نے فیصلہ کُن لہجے میں جواب دیا۔ ''ہم خیمے میں داخل ہو کر قرطاس کو دھوکے سے ہلاک نہ کر سکیں گے۔ میں نے ایک دوسری ترکیب سوچی ہے۔ اگر وہ کامیاب ہو گئی تو ٹھیک ورنہ جو تم نے کہا ہے وہی کریں گے۔''

''کیا ترکیب ہے؟'' برق نے سوال کیا۔

''پہلے ملکہ بہار جادُو کو قید سے چھُڑایا جائے۔ اس کے بعد قرطاس کا کام تمام کیا جائے۔'' مہتر قیران نے جواب دیا۔

"لاحول ولا قوّۃ۔" برق نے کہا۔ "میں تم سے ترکیب بتانے کو کہہ رہا ہوں اور تم کہہ رہے ہو، یہ کیا جائے، وہ کیا جائے۔"

قیران نے برق کا کاندھا تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "تم صرف اِتنا کرو کہ کِسی طرح قرطاس کے خیمے کے پہرے داروں میں شامل ہو جاؤ۔ اس کے بعد جب دیکھا کہ میں نے ملکہ بہار کو چھڑُا لیا ہے تو چُپکے سے میرے پاس پہنچ جانا اور اگر یہ دیکھنا کہ میں پکڑا یا مارا گیا ہوں تو جو تمہاری سمجھ میں آئے کرنا۔"

برق یہ سُن کر خاموش ہو گیا۔ کچھ دیر بعد قرطاس جادُو نے لشکر کو پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا تو دونوں ایک دوسرے سے الگ ہو کر اپنی اپنی فکر میں لگ گئے۔ اندھیرا ہونے میں کچھ دیر تھی۔ خیمے کھڑے کیے جا چکے تھے۔ سردار کمر کھول کر سفر کی تکان دُور کر رہے تھے۔ ملازم اور خادم کھانے پینے کے انتظامات میں لگے ہوئے تھے۔ قرطاس جادُو اپنی بارگاہ میں بیٹھا شربت پی رہا تھا کہ کسی جانب سے اچانک ایک کالا بھجنگ اور ڈراؤنی شکل کا جادُوگر شیر پر بیٹھا ہوا لشکر گاہ میں گھس آیا۔ وہ بھیانک آواز میں چلّا رہا تھا۔ میں شہنشاہ افراسیاب کا قاصد ہوں۔"

اس کی دہشت سے قرطاس کے فوجی کانپنے لگے۔ جو بھی اُس کے سامنے ہوتا اِشارے سے قرطاس جادُو کے خیمے کا پتا بتا دیتا۔ اس طرح بے روک ٹوک وہ قرطاس جادُو کے سامنے جلد ہی جا پہنچا۔ بار گاہ کے محافظوں نے اُسے دیکھتے ہی ادب سے سجدہ کیا۔ چوب دار نے جاکر قرطاس کو خبر دی۔ قرطاس گھبر ایاہوا خود بار گاہ سے باہر آیااور عزّت کے ساتھ اُسے اپنے ساتھ لے کر اندر جا بیٹھا۔ کالے جادُو گر نے جھولی سے ایک مہر بند لفافہ نکال کر قرطاس کے حوالے کیا اور کہا شہنشاہ نے کتابِ سامری سے حال معلوم کر کے یہ فرمان بھیجا ہے۔ اس کی فوری تعمیل ہونی چاہیے۔"

قرطاس نے ڈرتے ڈرتے لفافہ کھولا۔ لکھا تھا "تو نے سخت غلطی کی جو مُجھے ملکہ بہار جادُو کے گرفتار کرنے کی اطلاع نہ دی۔ خیر اب تو میں معاف کرتا ہوں۔ آئندہ ایسانہ کرنا۔ سیاہ فام جادُو کو بھیج رہا ہوں۔ ملکہ بہار اور اس کی کنیزوں کو فوراً اس کے حوالے کر کہ ایک لمحے سے زیادہ ان کا کوکب کے ملک میں رہنا اچھا نہیں۔ سیاہ فام جادُو انہیں لے کر اُلٹے پاؤں میرے پاس پلٹ آئے گا۔ خبر دار

حکم کی تعمیل میں کوتاہی نہ ہو۔ میں تیری پل پل کی خبر لیتا رہوں گا۔ جلد سے جلد کوکب کے پاس پہنچنا۔ اس سے ہرگز ادب سے بات نہ کرنا۔ عُمرو سے ہوشیار رہنا۔ ہو سکے تو پہلے اُس کا کام تمام کرنا۔"

خط پڑھتے ہی قرطاس کا مُنہ فق ہو گیا۔ فوراً سیاہ فام جادُو کو ساتھ لے کر قریبی خیمے میں گیا۔ وہاں ملکہ بہار جادُو اور اُس کی ساری کنیزیں اُس کے جادُو میں گرفتار فرش پر پڑی تھیں۔ قرطاس نے کہا۔ "یہ بڑی خطرناک جادُوگرنیاں ہیں۔ میں ان پر سے اپنا جادُو اتارتا ہوں۔ آپ انہیں فوراً اپنے جادُو کے اثر میں لے آیئے۔ ورنہ قابو میں نہ آئیں گی۔"

"تم فکر نہ کرو۔ میں اناڑی نہیں۔ سب کچھ جانتا ہوں۔" سیاہ فام جادُو نے کہا اور جھولی سے لونگوں کا ہار نِکال کر تیّار ہو گیا۔ جیسے ہی قرطاس نے ملکہ بہار پر سے اپنا جادُو اُتارا سیاہ فام جادُو نے وہ ہار ملکہ بہار کی گردن میں ڈال دیا۔ ملکہ بہار فوراً بے ہوش ہو گئی۔ سیاہ فام جادُو نے ملکہ کو اپنے سامنے شیر کی پیٹھ پر لادتے ہوئے کہا۔ "کنیزوں کی فکر نہ کرو، وہ خود اِس ہار کے اثر سے میرے پیچھے پیچھے چلیں آئیں

گی۔"

"جیسی آپ کی مرضی۔ آپ جاسکتے ہیں۔" قرطاس ادب سے بولا۔

قرطاس کے دل میں اس بات سے سیاہ فام کی اور بھی ہیبت بیٹھ گئی کہ محض ایک ہار ڈال کر اُس نے ملکہ بہار جیسی زبردست ساحرہ کو بے ہوش کر دیا تھا اور کنیزوں کے ہجوم کو سدھائی ہوئی بھیڑوں کی طرح اپنے پیچھے لیے جا رہا تھا۔ وہ سیاہ فام جادُوگر کو غیر معمولی طاقت کا مالک جادُوگر سمجھ رہا تھا۔ اسے کیا پتا تھا کہ جس ہار کے سبب ملکہ بہار بے ہوش ہو گئی تھی وہ عطر بے ہوشی میں بسا ہوا تھا۔ سیاہ فام شیر سوار جادُوگر نہیں بلکہ خواجہ عُمرو کا شاگرد، مہتر قیران تھا اور کنیزیں اس وجہ سے چپ چاپ اس کے پیچھے ہو لی تھیں کہ اُس نے اشارے سے انہیں بتا دیا تھا کہ وہ کون اور کیوں آیا ہے۔ رہ گئی شیر کی بات تو یہ قیران کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ جنگل میں جا کر وہ شیرنی کی کچھ اس طرح کی بولی بولتا کہ دس بیس کوس تک جہاں بھی کوئی شیر ہوتا کِھچا ہوا اُس کے پاس چلا آتا جسے وہ خاص ہنر استعمال کر کے قابو میں لے آتا۔

قرطاس کے پڑاؤ سے دُور نِکل جانے کے بعد قیران نے شیر کو بھگا دیا۔ ملکہ بہار کو لخلخہ سنگھا کر ہوش میں لایا اور اُسے قرطاس جادُو کے متعلق بتایا کہ کِس طرح اسے فریب دے کر ملکہ بہار کو آزاد کروایا ہے۔ ملکہ بہار خُدا کا شکر بجا لائی۔ دونوں قرطاس جادُو سے نپٹنے کے لیے منصوبہ بنانے لگے۔ اتنے میں کنیز نے آکر کہا۔ ”ہوشیار ہو جایئے۔ قرطاس کا کوئی ملازم ہماری طرف دوڑا چلا آرہا ہے۔“

مہتر قیران نے کہا۔ ”فکر نہ کرو۔ وہ برق فرنگی ہو گا۔“

جلد ہی برق فرنگی ان کے پاس پہنچ گیا۔ وہ قرطاس جادُو کے خاص باورچیوں کے بہروپ میں تھا۔ قیران نے اُس سے پوچھا۔ ”قرطاس کے محافظ کی بجائے تم باورچی کیوں بن گئے؟“

”قسمت ساتھ دے گئی۔“ برق نے جواب دیا۔

”اچھا اب یہ بتاؤ کہ قرطاس کو کیسے ختم کیا جائے؟“ مہتر قیران نے کہا۔ ”ملکہ بہار بیماری کے سبب اس پر حاوی نہیں ہو سکتی اور وہ کم بخت خیمے کے اندر طلسمی

حفاظت میں رہتا ہے جہاں ہم داخل نہیں ہو سکتے۔"

"میں نے ایک ترکیب سوچی ہے۔" برق چٹکی بجاتے ہوئے بولا۔ "قرطاس کے لیے کھانا پکایا جا رہا ہے۔ بے ہوشی کی کوئی دوا اس پر کارگر نہ ہوگی۔ اگر کوئی ایسی طِلسمی چیز مل جائے جو اسے ہلاک یا بے ہوش کر سکے تو میں اس کھانے میں ملا سکتا ہوں۔"

کچھ سوچ کر ملکہ بہار نے کہا "میرے پاس ایک چُٹکی جمشید کی قبر کی خاک ہے۔ وہ اس کے کھانے سے مرے گا تو نہیں لیکن ایسا بے ہوش ہو گا کہ سوائے افراسیاب کے کوئی اسے ہوش میں نہ لا سکے گا۔"

"باقی کام میں کر لوں گا۔ میں سیاہ فام جادُو بن کر وہاں پہنچوں گا اور اس کا کام تمام کر دوں گا۔"

ملکہ بہار نے جمشید کی قبر کی مٹی والی ڈبیا نکال کر برق کے حوالے کی۔ برق وہاں سے تیر کی طرح بھاگا اور باورچی خانے میں جا کر وہ خاک ایک پکتی ہوئی ہانڈی

میں ملادی۔

قرطاس نے اس ہانڈی کا سالن کھایا تو چند ہی لمحوں بعد بے ہوش ہو گیا۔ اس کے جو نائب اور جادُوگر وہاں موجود تھے کھانا پینا چھوڑ کر اُسے ہوش میں لانے کی ترکیبیں کرنے لگے۔ دوا دارو سے لے کر جادُو منتر تک جو کچھ جس کے بس میں تھا وہ کر گزرا مگر قرطاس کو ہوش نہ آیا۔ آخر سب پریشان ہو کر باہر آئے اور ایک بڑے شامیانے میں لشکر کو جمع کر کے مشورہ کرنے لگے۔

اس موقع پر قرطاس کے نائب کو ایک چوب دار نے آکر اطلاع دی۔ "شیر سوار سیاہ فام جادُوگر واپس آگیا ہے اور آپ سے ملنا چاہتا ہے۔"

قرطاس کا نائب بھی قرطاس کی طرح سیاہ فام جادُو کے کمال کا قائل ہو چکا تھا۔ فوراً اُٹھ کر باہر آیا اور سیاہ فام کی تعظیم بجالیا۔ سیاہ فام نے کہا۔ "اچانک مجھے پتا چلا کہ قرطاس جادُو پر کوئی آفت آئی ہے۔ چونکہ زیادہ دُور نہیں گیا تھا۔ اس لیے قیدیوں کو محفوظ کر کے پلٹ آیا۔ کچھ پتا چلا کہ قرطاس کی بے ہوشی کا اصل سبب

کیا ہے؟"

"آپ کے آنے سے میرا دل بہت بڑھ گیا ہے۔" نائب نے کہا۔ "بڑی کوشش کے باوجود ہم پتا نہیں چلا سکے کہ وہ کس طرح بے ہوش ہوئے۔ آپ چل کر دیکھیے۔ شاید کچھ سمجھ میں آجائے۔"

"میرے جانے کی ضرورت نہیں۔" سیاہ فام ایک ڈبیہ نائب کو دیتے ہوئے بولا۔ "سفوف قرطاس کو سنگھاؤ ہوش میں نہ آئے تو سمجھ لو وہ جمشید کی قبر کی خاک کے اثر میں ہے۔ ایسی صورت میں تمہیں اُسے باہر لانا پڑے گا۔ خیمہ خالی کرادو۔ میں اس پر تنہائی میں دم کروں گا۔"

نائب نے سیاہ فام کا دیا ہوا سفوف قرطاس کو سنگھایا لیکن وہ ہوش میں نہ آیا۔ مجبوراً وہ اسے لے کر باہر کے ایک خالی خیمے میں آیا اور سیاہ فام کو بُلا کر کہنے لگا۔ "اب آپ اپنا عمل کیجیے۔ آپ کی اجازت کے بغیر کوئی یہاں نہ آئے گا۔ کسی خاص چیز کی ضرورت ہو تو حکم دیجیے۔"

"مجھے کچھ نہیں چاہیے۔" سیاہ فام نے جواب دیا۔ "اب تم بھی جاؤ۔ عمل ختم کر کے میں تمہیں خود آواز دوں گا۔" نائب جانے لگا تو سیاہ فام نے اُسے آواز دے کر کہا۔ "سنو! سارے لشکر کو حکم دو کہ جب تک میں عمل میں مصروف رہوں۔ سب آنکھوں پر پٹّی باندھ کر اور ہر طرف سے دھیان ہٹا کر ایک ٹانگ پر کھڑے ہوں اور ہاتھ جوڑ کر جمشید اور سامری کا جاپ کریں۔"

نائب نے باہر جا کر سارے لشکر کو اس ہدایت پر عمل کرنے کا حکم دیا۔ ہر شخص آنکھوں پر پٹّی باندھے اور ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر یکسوئی کے ساتھ جمشید اور سامری کے نام کا وظیفہ پڑھنے لگا۔

چند لمحوں بعد جب نقلی سیاہ یعنی مہتر قیران نے یقین کر لیا کہ پورے پڑاؤ میں ایک شخص بھی ہوشیار اور چوکس نہیں رہا تو اُس نے جھولی سے اپنا مشہور بُغدہ نکالا اور ایک ہی وار میں قرطاس جادُو کا سر تن سے الگ کر دیا۔

آناً فاناً رونے پیٹنے کا زبردست طِلسمی شور بُلند ہوا۔ کچھ دیر کے بعد یہ ہنگامہ تھما تو

دردناک آواز میں کسی کے یہ الفاظ ہر طرف گونجنے لگے۔ "مجھے مہتر قیران نے ہلاک کیا۔ میرا نام قرطاس جادُو تھا۔"

یہ آواز سنتے ہی قرطاس کے لشکر میں کھلبلی مچ گئی اور آنکھوں سے پٹیاں نوچ نوچ کر سب ایک دوسرے سے پوچھنے لگے۔ "یہ کیا ہو گیا؟ مہتر قیران یہاں کیسے پہنچا؟ قرطاس کو اس نے کس طرح ہلاک کیا؟"

قرطاس کا نائب غصّے سے پاگل ہو کر خیمے کی طرف لپکا۔ لیکن اُسی لمحے پڑاؤ پر آگ اور پتھروں کی خوف ناک بارش ہونے لگی۔ ملکہ بہار جادُو اپنی کنیزوں کے ساتھ قرطاس کی فوج پر حملہ آور ہو گئی تھی۔ اس دوسری ناگہانی مصیبت سے قرطاس کے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ دم کے دم میں تمام پڑاؤ خالی ہو گیا اور ملکہ بہار نے آ کر اس پر قبضہ جما لیا۔ اس نے کہا۔

"دشمن کی چوتھائی فوج سے زیادہ ہلاک نہیں ہوئی اور وہ آگے جا کر ضرور اکٹھے ہوں گے۔ ہمیں ان کا پیچھا کر کے مکمل صفایا کر دینا چاہیے۔"

برق اور قیران نے اس کی تائید کی۔ بہار سب کو ساتھ لے کر دُشمنوں کے پیچھے چلی۔ اس کا خیال درست نکلا۔ کچھ فاصلے پر قرطاس کے نائب نے بھاگنے والے سارے لشکر کو جمع کر لیا تھا اور وہ جوابی حملہ کرنے کی تیّاریاں کر رہا تھا۔ ملکہ بہار ان کے قریب پہنچی تو سب پاگلوں کی طرح اُس پر حملہ کرنے دوڑ پڑے۔ اب بہار نے اپنا مشہور جادُوئی حربہ استعمال کیا۔ جھولی سے پھُولوں کا ایک خوب گلدستہ نکالا اور کچھ پڑھ کر دُشمنوں کی طرف پھینک دیا۔ اِکبارگی چاروں طرف دُور دُور تک چمن کِھل گیا۔ ہوش اُڑا دینے والی بھینی بھینی خوشبو مہکنے لگی۔ ہوا کے ہلکے ہلکے جھونکے اس مہک کو ہر جانب پھیلانے لگے۔ دُشمنوں میں سے جو بھی یہ خوش بو محسوس کرتا مست ہو کر بہار کے گُن گانے لگتا۔ اور تھوڑی ہی دیر میں جب سارا لشکر اس خوش بو کے اثر میں آ گیا تو ملکہ بہار نے اُن سے کہا۔ ”کیسے دیوانے ہو۔ ہتھیار رکھتے ہو پر استعمال نہیں کرتے۔ شاباش! ذرا ایک دوسرے کے سر کاٹ کے تو دکھاؤ۔“

بہار جادُو کے اِن لفظوں میں خُدا جانے کیا اثر تھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے سارے دُشمن

ایک دوسرے کا سر کاٹنے لگے اور آندھیوں اور مرنے والے جادُوگروں کے ناموں کے اعلانات کا زبردست سلسلہ شروع ہوگیا۔ دُشمنوں کے اس انجام کے بعد دونوں عیّار ملکہ بہار کے ساتھ قرطاس کے پڑاؤ میں واپس آ گئے۔ عیش و آرام کی ہر چیز وہاں ان کے لیے موجود تھی۔ اس رات انہوں نے فتح کی خوشی میں جنگل میں خوب منگل منایا۔

بچھڑے ساتھی

قلعہ ہفت رنگ میں عُمرو کے دن بڑے آرام سے گزر رہے تھے۔ ملکہ بُرّاں اُس کا ہر طرح خیال رکھتی تھی۔ شہنشاہ کو کب سے ابھی تک اُس کی ملاقات نہ ہو سکی تھی۔ اور کسی بات کی اسے زیادہ فکر نہ تھی۔ البتّہ جب بھی اسے اپنے ساتھیوں کا خیال آتا تو وہ ان کے لیے پریشان ہو جاتا۔

ایک دن وہ ملکہ بُرّاں کی محفل میں بیٹھے بیٹھے اپنے ساتھیوں کی فکر میں ڈوب گیا۔ اسے اداس دیکھ کر ملکہ بُرّاں اس کی خیریت پوچھنے لگی۔ عُمرو نے جواب دیا۔ ”ملکہ صاحب! میرا دل اپنے دوستوں کی خیریت معلوم کرنے کے لیے پریشان ہے۔ عرصہ ہوا آپ نے دو پُتلے بھیجے تھے۔ وہ آج تک لوٹ کے نہ آئے۔ خدا جانے میرے لشکر پر کیا بیت رہی ہے۔ کیا آپ اور کسی نہیں بھیج سکتیں؟“

"معاف کیجیے خواجہ جی!" ملکہ بُرّاں افسوس کے ساتھ بولی۔ "میں پُتلوں کو بھول ہی گئی تھی۔ ضرور انہیں کسی دُشمن نے قید کر لیا ہے۔ ورنہ وہ اب تک آ پہنچتے۔ خیر آپ فکر نہ کریں۔ اب میں دو ایسے ہوشیار جادُوگروں کو روانہ کروں گی جو جلد ہی جا کر پلٹ آئیں گے اور کِسی دُشمن کے ہتھے نہ چڑھیں گے۔"

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ شہنشاہ کوکب کے ایک قاصد نے آ کر ملکہ بُرّاں کو ایک خط دیا۔ اس نے لکھا تھا۔ "جاسوسوں کی اطلاع کے مطابق قیران نے افراسیاب نے قرطاس جادُو سرداری میں ایک لشکر میرے خلاف بھیجا تھا۔ یہ لشکر راستے میں ملکہ بہار اور اس کی کنیزوں کو گرفتار کر کے طِلسم نُور افشاں کی سرحد میں داخل ہو چکا تھا۔ لیکن عُمرو کے دو شاگرد عیّاروں نے نہ صرف ملکہ بہار وغیرہ کو چھُڑا لیا بلکہ قرطاس اور اس کے سارے لشکر کا بھی صفایا کر دیا۔ اب وہ لوگ واپس جانے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ ان کی مہمان داری ہمارا فرض ہے۔ بہتر ہو کہ اعلیٰ تحفوں اور دعوت کے ہر طرح کے سامان کے ساتھ خواجہ عُمرو کو اُن کے پاس بھیج دیا جائے۔ اس طرح وہ اپنے ساتھیوں بھی مل لیں گے اور ہماری

طرف سے ان کی خاطر و مدارت بھی کر دیں گے۔"

ملکہ بُرّاں نے یہ خط پڑھ کر عُمرو کو سنایا۔ عُمرو کا دل خوشی سے جھُوم اٹھا۔ لیکن اس کی عقل یہ نہ مانتی تھی کہ ملکہ بہار اور اس کے دو شاگرد واقعی طِلِسم نُور افشاں میں آئے ہوئے ہیں۔ کبھی خیال کرتا ملکہ بُرّاں نے محض اس کا دل خوش کرنے کے لیے یہ خبر گڑھی ہے۔ کبھی سوچتا خدا کی قدرت سے کوئی چیز بعید نہیں۔ ہو سکتا ہے یہ بات صحیح ہو۔ شک رفع کرنے کے خیال سے اس نے ملکہ بُرّاں سے سوال کیا۔

"جب وہ لوگ آپ کے طِلِسم میں داخل ہی ہو چکے ہیں تو پھر انہیں یہاں کیوں نہ بُلوا لیا جائے؟"

"پہلی بات تو یہ ہے کہ شہنشاہ کوکب نے اس کی اجازت نہیں دی ہے۔ دوسری بات یہ کہ وہ لوگ یہاں سے سینکڑوں میل دُور ہیں۔ ان کو یہاں بُلوانے اور پھر واپس پہنچانے سے بہتر یہ ہے کہ آپ اُن سے مِل لیں اور خاطر تواضع کر کے

رُخصت کر دیں۔"

عُمرو جانے کے لیے تیّار ہو گیا۔ ملکہ بُرّاں نے طِلسم کے نادر تحفوں اور شاندار دعوت کے ساز و سامان کے ساتھ خادموں اور کنیزوں کی ایک جماعت عُمرو کے ساتھ کر دی۔ اس کے علاوہ حفاظت اور شان و شوکت کے مظاہرے کے خیال سے ایک فوج جادُوگروں کی بھی اُس کے ہمراہ کر دی۔ اُڑن تخت اور جادُوئی پرندوں پر سوار، سب قرطاس جادُو کے پڑاؤ کی طرف چل دیے۔

اُدھر قرطاس جادُو کے پڑاؤ میں دو راتیں آرام کرنے کے بعد ملکہ بہار اور عُمرو کے دونوں شاگرد واپس ہونے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ وہ کنیز جو ہوا پر چوکسی کرنے کے لیے مقرّر تھی اُڑتی ہوئی آئی اور ملکہ بہار سے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہنے لگی۔

"حضور! غضب ہو گیا۔ شہنشاہ کوکب کی ایک فوج سر پر آ پہنچی ہے۔ جلد تیّار ہو جائیے۔"

ملکہ بہار اور دونوں عیّار یہ سُنتے ہی ہڑبڑا کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ بہار نے اپنی ساری کنیزوں کو تیّار ہو جانے کا حکم دیا اور دونوں عیّاروں سے کہنے لگی۔

"ہم لوگوں کو کسی قیمت پر بھی خود کو اِس فوج کے حوالے نہ کرنا چاہیے۔ خواجہ عُمرو پہلے ہی یہاں ہیں۔ ہم لوگ بھی پھنس کر رہ گئے تو بُرا ہو گا۔ ملکہ مہ رُخ کو ہماری شدید ضرورت ہو گی۔ ہمیں جلد سے جلد اُن کے پاس پہنچنا چاہیے۔ میں اس فوج کو سنبھالنے کی کوشش کروں گی۔ لیکن اگر اس نے ہمیں اپنے ساتھ لے جانے کی ضد کی تو میں سر دھڑ کی بازی لگا دوں گی۔"

مہتر قیران اور برق فرنگی نے اس کی تائید کی۔ ملکہ بہار جوش میں آ کر آسمان کی طرف اُڑتی چلی گئی۔ اس کی کنیزیں جادُوئی ہتھیار سنبھال کر جنگ کے لیے تیّار ہو بیٹھیں۔ دونوں عیّار بھی ہر طرح متحد ہو کر کوکب کی فوج کے زمین پر اُترنے کا انتظار کرنے لگے۔

بلندی پر پہنچ کر ملکہ بہار نے اپنا مشہور طلِسمی ہتھیار، پھولوں کا گُل دستہ نکالا اور

آنے والی فوج کو کڑکتی ہوئی آواز میں للکارتے ہوئے بولی۔ ”بس خبر دار! اب آگے نہ بڑھنا۔ میرا نام بہار جادُو ہے۔ طِلسم ہوش رُبا کی باسی ہوں۔ افراسیاب کی دُشمن اور شہنشاہ کوکب کی دوست ہوں۔ قسمت سے ادھر آنِکلی تھی۔ لیکن اب واپس جانے کا ارادہ رکھتی ہوں۔ اپنی راہ لو۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ دوسری کوئی بات کی تو ابھی لڑ مروں گی۔ مان گئے تو زندگی بھر شہنشاہ کوکب کا دم بھروں گی۔“

اگلی صفوں میں جو جادُوگر اُڑے چلے آرہے تھے، اِکبارگی ٹھہر گئے۔ سبھوں نے آناً فاناً فولادی گولے، جھولیوں سے نکالے اور ملکہ بہار پر وار کرنے کے لیے پینترے بدلنے لگے۔ بہار نے بھی گل دستے پر منتر پڑھنا شروع کر دیا۔ قریب تھا کہ دونوں جانب سے ایک ساتھ وار کر دیے جاتے کہ ایک اُڑن تخت جادُوگروں کے پیچھے آکر رُکا۔ اس میں کھڑے ہوئے ایک شخص نے ملکہ بہار سے چلّا کر کہا۔ ”ملکہ بہار! خبر دار گُل دستہ نہ چلانا۔ میں عُمرو ہوں۔ یہ فوج میری ماتحت ہے میں تم سے ملنے آیا ہوں۔“

ملکہ بہار نے چونک کر اُڑن تخت کی طرف دیکھا اور گُل دستے کو جھولی میں ڈال کر خواجہ جی، خواجہ جی چیختی ہوئی اُڑن تخت پر جا پہنچی۔ عُمرو نے میری بیٹی، میری بیٹی! کہتے ہوئے اُسے اپنے گلے سے لگا لیا۔ دونوں چیخیں مار مار کر رونے لگے۔ ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کر گلے لگا لگا کر وہ کچھ اس طرح رو رہے تھے کہ جو دیکھتا اس کی آنکھوں میں آنسو آجاتے۔

مہتر قیران اور برق فرنگی یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے۔ جیسے ہی عُمرو کا تخت زمین پر آکر رُکا وہ اُستاد اُستاد! پکارے ہوئے عُمرو کے پیروں سے لپٹ گئے۔ عُمرو نے ایک ایک کر کے دونوں کو گلے سے لگایا اور خوب خوب شاباش دی۔ اس کے بعد دو دن تک سب نے مِل جُل کر زبردست جشن منایا۔ تیسرے دن عُمرو نے انہیں ملکہ بُرّاں کے دیے ہوئے نادر اور بیش بہا تحفے دے کر رُخصت کیا۔ اور تسلّی دی کہ میں بھی جلد ہی شہنشاہ کوکب کی فوج لے کر پہنچ جاؤں گا۔ وہ لوگ چل دیے تو عُمرو نے مہتر قیران اور برق فرنگی کو بُلایا اور ان سے کہا۔

"سینے پر پتھر رکھ کر میں نے لاکھوں روپے کے تُحفے تمہارے حوالے کر دیے

ہیں۔ مگر یہ میری امانت ہیں۔ آ کر ایک ایک چیز وصول کر لوں گا۔"

یہ سُنتے ہی دونوں شاگردوں کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا سانس نیچے رہ گیا۔ ملکہ بُرّاں نے اُن کے لیے تحفے بھیجے تھے اور اُستاد اپنا حق جتا رہے تھے۔ بے چارے کیا کرتے، استاد کو اِطمینان دِلا کر اپنی قسمت کو کوستے ہوئے چل دیے۔

عُمرو کا پُتلا

اب افراسیاب کی سُنیے۔ جب تک قرطاس جادُو اپنی فوج کے ساتھ طِلسم نُور افشاں کی سرحد کی طرف بڑھتا رہا، وہ پل پل کی خبر معلوم کرتا رہا۔ اور جب اُسے پتا چلا کہ قرطاس کوکب کے ملک میں داخل ہو چکا ہے تو آئندہ کے اقدامات کے بارے میں مشورہ کرنے کی غرض سے پردۂ ظُلمات میں اپنے بزرگوں کے پاس چلا گیا۔ غیر حاضری کے زمانے میں دربار اور ملکی کاروبار جاری رکھنے کے لیے اُس نے اپنی مشہور وزیر اور بے نظیر جادُو گرنی ملکہ صنعت سحر ساز کو بُلوا لیا تھا۔ جاتے جاتے وہ ملکہ صنعت کو اس بات کا بھی حق دے گیا تھا کہ امیر حمزہ اور ملکہ مہ رُخ کے خلاف ضرورت کے مطابق وہ جیسی چاہے کاروائی کرے۔ مگر اس بات کی سختی سے تاکید کر گیا تھا کہ کوکب کے ملک میں ہونے والے کِسی بھی معاملے کے

بارے میں کوئی قدم نہ اُٹھائے بلکہ میرا انتظار کرے۔

یہی وجہ ہے کہ جب قرطاس مارا گیا اور اس کے ہم زاد اس کی لاش لیے ہوئے باغِ سیب میں پہنچے تو اُس کی میّت کو دھُوم دھام کے ساتھ چتا دکھانے اور سوگ منانے کے علاوہ ملکہ صنعت اور کچھ نہ کر سکی۔

ایک عرصے کے بعد افراسیاب پردۂ ظلمات سے باغِ سیب میں واپس آیا۔ صنعت نے اسے سب سے پہلے قرطاس اور اُس کے لشکر کے انجام کی خبر سنائی۔ افراسیاب کے دل کو سخت دھکّا لگا۔ اس نے صنعت سے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ قرطاس وہاں مارا گیا ہے۔ یہاں میں اس کے قاتلوں کے ساتھیوں کو تڑپا تڑپا کر ہلاک کروں گا۔ آج کے دن سے میں تُجھے، ملکہ حیرت کو اور مرشد زادے مُصوِّر جادُو کو ایک ہفتے کی مہلت دیتا ہوں۔ تینوں مل کر ملکہ مہ رُخ اور اس کی فوج کو نیست و نابود کر دو۔ تم لوگ ناکام رہے تو آٹھویں دن میں خود باغیوں سے قرطاس کا انتقام لُوں گا۔"

یہ کہہ کر افراسیاب نے اپنے ہاتھ سے مُصوِّر جادُو کو ایک خط لکھا اور طلِسمی پنجے کے ذریعے روانہ کر دیا۔ پھر ملکہ صنعت سحر ساز کو بھی ملکہ حیرت کے پاس پہنچ جانے کا حکم دیا۔ اسی دن شام ہوتے ہوتے ایک طرف سے ملکہ صنعت سحر ساز اور دوسری طرف سے مُصوِّر جادُو زبردست فوجوں کے ساتھ ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں جا دھمکے۔ اس رات ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں زبردست جشن منایا گیا۔ صنعت اور مُصوِّر نے قسم کھا کر بھری محفل میں ملکہ حیرت کو یقین دِلایا کہ شہنشاہ کے آنے سے پہلے ہم باغیوں کا صفایا کر دیں گے۔

ملکہ مہ رُخ کے لشکر میں عُمرو تھا نہ مہتر قیران، نہ برق فرنگی، نہ ملکہ بہار۔ اس کے علاوہ روز روز کی جنگ کے سبب فوج کی تعداد میں روز بروز کمی ہوتی جا رہی تھی۔ لیکن جب انہوں نے سُنا کہ صنعت اور مُصوِّر زبردست فوجوں کے ساتھ آئے ہیں اور دونوں نے انہیں نیست و نابُود کر دینے کا بیڑا اُٹھایا ہے اور خود افراسیاب بھی انہیں تباہ کرنے کے لیے آنے والا ہے و تو بد دل ہونے کی بجائے ہر شخص آن پر مر مٹنے کی قسمیں کھانے لگا۔

مہ رُخ نے سارے چھوٹے بڑے سرداروں کو دربار میں طلب کیا۔ ایک ایک کے دل کو ٹٹولنے کی کوشش کی۔ ہر ایک یہی کہتا تھا کہ "موت ہمارے سامنے ہے مگر ہمیں اس کا کوئی ڈر نہیں ہے۔ افسوس ہے تو اس بات کا کہ دُشمن تعداد اور طاقت میں ہم سے دس گناہ زیادہ ہے۔ دل کا حوصلہ نہ نکال سکیں گے۔ اگر کوئی ایسی تدبیر ہو کہ ایک ہفتہ دن رات لڑتے رہنے کے باوجود ہمارے ہاتھ پاؤں شل نہ ہوں تو مرتے دم دل میں کوئی حسرت نہ رہے۔"

یہ باتیں سُن کر ملکہ مہ رُخ کو کچھ یاد آیا۔ اس نے اپنی بوڑھی ماں ملکہ ماہ جادُو کو بُلایا۔ سرداروں کی خواہش اور دُشمن کے اِرادوں سے اُسے باخبر کیا اور مدد کی درخواست کی۔ اس پر ماہ جادُو اچانک چونک گئی۔ اور کچھ دیر مہ رُخ کو گھورتی رہی۔ پھر رفتہ رفتہ اس کی تیوریوں کے بل غائب ہو گئے، چہرے پر رحم، ہمدردی کے جذبات جھلکنے لگے۔ سرداروں کو مخاطب کرتے ہوئے اُس نے کہا۔ "میں سمجھ گئی۔ مہ رُخ مجھ سے کیا چاہتی ہے۔ میں نے اِسے بھی بتایا تھا کہ میرے پاس سامری کا ایک خاص تحفہ ہے، عرقِ حیات۔ میں نے اِسے بڑی مُصیبتیں اُٹھا

کے حاصل کیا تھا۔ اس کی شیشی کو گلے میں تعویذ کی طرح پہننے سے عُمر میں اضافہ ہوتا ہے اور زندگی بھر کوئی بیماری پاس نہیں پھٹکتی اور اگر کوئی اِس کے ایک قطرے کا ساتواں حصّہ بھی پی لے تو اس کی جسمانی اور دماغی طاقت چھ سے لے کر دس گنا تک بڑھ جاتی ہے۔ لیکن جتنے گنا طاقت بڑھتی ہے اُتنے ہی سال زندگی کے کم ہو جاتے ہیں۔ میں اپنی طرف سے ہر طرح کی قربانی دینے کو تیار ہوں۔ اگر تم لوگ بھی آمادہ ہو تو میں تمہیں خوشی کے ساتھ وہ عرق پیش کیے دیتی ہوں۔"

یہ کہہ کر ماہ جادُو نے گلے سے ایک تعویذ اُتار کر کھولا اور ایک ننّھی سی شیشی نکال کر مہ رُخ کی طرف بڑھا دی۔ مہ رُخ نے وہ شیشی ہاتھ میں لے لی اور اہلِ دربار پر نگاہ ڈالتے ہوئے بولی۔ "امی جان کی زندگی اور صحت کا دار و مدار اِسی شیشی پر ہے۔ اگر ہم پر اتنا بُرا وقت نہ آتا تو میں کبھی ان سے اِس کا مطالبہ نہ کرتی۔ آپ لوگوں کو وہ اس کی تاثیر بتا چکی ہیں۔ کیا دُشمن کا غُرور خاک میں ملانے کے لیے آپ یہ عرق پینا پسند کریں گے؟"

اس پر سب نے ہامی بھر لی۔ ملکہ مہ رُخ نے پانی کا ایک بہت بڑا کڑھا بھروا کر عرقِ حیات کی شیشی اُس میں اُنڈیل دی اور سرداروں کو حکم دیا کہ ”ایک ایک شیشی کڑھاؤ کا پانی لے جا کر اپنی اپنی پلٹنوں کے پینے کے پانی میں ملا دو۔“

سرداروں نے اِس حکم کی پوری پوری تعمیل کی۔ اس عمل سے مہ رُخ کے لشکر کا ہر شخص پہلے کے مقابلے میں خود کو کئی گنا زیادہ طاقت ور محسوس کرنے لگا۔ جو شخص تین من کے وزن کو اُٹھانے میں بوجھ محسوس کرتا تھا۔ وہ تیس من وزن اُٹھا کر ہنستے کھیلتے دوڑنے لگتا۔ جو دس منتر پڑھنے پر یا دس جادُوئی حربے لگاتار چلانے پر تھک جاتا تھا۔ وہ چالیس چالیس پچاس پچاس مسلسل حربے یا منتر پڑھنے کے باوجود خود کو تازہ دم محسوس کرتا۔ اس تبدیلی سے کیا افسر کیا سپاہی، سب کے حوصلے بُلند ہو گئے۔ سب نے آخر دم تک لڑنے کا عہد کیا۔ اور جوش و خروش کے ساتھ لڑنے کی تیّاریاں کرنے لگے۔

اسی رات طلِسمِ نُور افشاں کے دو جاسوس جادُوگر ادھر آ نکلے۔ اُنہیں ملکہ بُرّاں نے حیرت اور مہ رُخ کے لشکر کا حال معلوم کرنے کے لیے روانہ کیا تھا۔ دونوں

جانب کی زبردست جنگی تیّاریاں دیکھ کر اور ساری خبریں حاصل کر کے دونوں جاسوس اُلٹے پیروں واپس بھاگے۔ ملکہ بُرّاں کے پاس پہنچ کر اُنھوں نے جو کچھ دیکھا اور سُنا عُمرو کے سامنے صاف صاف بیان کر دیا۔

عُمرو سارے حالات سن کر زخمی پرندے کی طرح پھڑ پھڑانے لگا۔ اس نے ملکہ بُرّاں سے التجا کرتے ہوئے کہا۔ "ملکہ صاحبہ! امداد کا یہی وقت ہے۔ اگر آپ کو یا شہنشاہ کوکب کو ہم سے کوئی ہمدردی ہے تو اس وقت میرے ساتھ اپنی ایک فوج روانہ کر دیجیے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو تنہا مجھے ہی وہاں جلد سے جلد پہنچا دیجیے۔"

بُرّاں نے عُمرو کو تسلّی دینے کی بڑی کوشش کی۔ لیکن اس کا کوئی دم دلاسا کام نہ آیا۔ مجبوراً اس نے سارا حال کوکب کو لکھ بھیجا۔ تھوڑی ہی دیر میں کوکب کا جواب آ گیا۔ لکھا تھا۔ "عُمرو کو ابھی نہیں جانا چاہیے۔ میں اپنے مشہور سردار بِلّور چہار دست کو مناسب فوج کے ساتھ بھیج رہا ہوں۔ عُمرو کو اُس کے ساتھ جا کر اپنے دوستوں کی مدد ضرور کرنی چاہیے۔"

ملکہ بُرّاں اس تحریر کو پڑھ کر مُسکرائی اور بولی۔ ”خواجہ! مبارک ہو۔ شہنشاہ نے فوج بھی روانہ کر دی ہے اور آپ کو اُس کے ساتھ جانے کی بھی اجازت دے دی ہے۔“

عُمرو جانے کے لیے بے قرار تھا۔ کوکب کے خط کے پہلے جملے کو اپنی شدید خواہش کے سبب نظر انداز کر گیا۔ کیوں کہ دوسرے جملے میں کھٹکنے والی کوئی بات نہ تھی۔

ملکہ بُرّاں اُسے لے کر ایک کمرے میں گئی۔ ایک الماری سے کچھ نکالنے کے بہانے چپکے چپکے کوئی منتر پڑھا اور پلٹ کر چھُو کر دیا۔ عُمرو آناًفاناً بے ہوش ہو گیا۔ بُرّاں نے تالی بجا کر اپنی خاص کنیز کو بُلایا اور حکم دیا۔ ”خواجہ کو اُٹھا کر باغِ عیش میں لے جاؤ۔ وہاں ان کی خاطر و مدارت کرتی رہو۔ خبر دار! کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔“

ملکہ وہاں سے دربارہ دربار میں آئی۔ چوب داروں نے عرض کیا۔ ”بِلّور چہار

دست چالیس ہزار کے لشکر کے ساتھ قلعہ ہفت رنگ کے دروازے پر آ چکا ہے۔ حاضر ہونے کی اجازت چاہتا ہے۔"

بُرّاں نے اپنے سرداروں کو حکم دیا۔ جا کر بِلّور چہار دست کا استقبال کرو اور عزّت کے ساتھ لے آؤ۔"

ملکہ مخمُور جو عُمرو کے ساتھ طلِسم نُور افشاں آئی تھی، دربار میں موجود تھی۔ اسے پتا چلا کہ عُمرو چہار دست کے ساتھ واپس جانے والا ہے تو اُس نے ملکہ بُرّاں سے درخواست کی کہ حضور نے میرے لیے کچھ نہیں فرمایا؟ مہربانی کر کے مجھے بھی اجازت دیجیے کہ خواجہ کے ساتھ واپس چلی جاؤں۔"

ملکہ بُرّاں نے کہا۔ "مخمُور! شہنشاہ نے تمھیں واپسی کی اجازت نہیں دی۔ تم ابھی کچھ دنوں یہاں اور رہو گی۔

ملکہ مخمُور کا دل دھک سے رہ گیا۔ لیکن مجبوراً سر کو جھُکا کر خاموش ہو گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں بِلّور چہار دست نے دربار میں حاضر ہو کر ملکہ بُرّاں کو سلام کیا۔ اس

شخص کا بدن شیشے کی طرح شفاف تھا اور دو دو کی بجائے چار ہاتھ تھے۔ اس کا سلام لے کر ملکہ بُرّاں دربار سے اُٹھ کر اندر گئی اور تھوڑی ہی دیر میں عُمرو کو ساتھ لیے ہوئے واپس آئی۔ اس نے بِلّور سے پُراسرار لہجے میں کہا۔ "یہ خواجہ عُمرو ہیں۔ انہی کے ساتھ جانے کا تمہیں شہنشاہ نے حکم دیا ہے۔ جاؤ اور جا کر دُشمنوں پر بجلی بن کر ٹوٹ پڑو۔ خواجہ کے لیے زیادہ فکر مند ہونا۔"

بِلّور نے ادب سے سر جھکایا۔ عُمرو نے ملکہ کو سلام کیا اور دونوں دربار سے باہر نکل گئے۔ ملکہ مخمُور عُمرو کو جاتا دیکھ کر سِسک سِسک کر رونے لگی۔ ملکہ بُرّاں نے اُس کے قریب آ کر کہا۔ "فکر نہ کرو تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہ ہو گی۔" یہ کہہ کر بُرّاں نے اپنی خاص کنیز کو اشارہ کیا۔ "مخمُور کو باغِ عیش میں لے جاؤ۔ اس کا دل بہلاؤ۔"

کنیز مخمُور کو ساتھ لے تھوڑی ہی دیر میں باغِ عیش میں جا پہنچی اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ باغ کے چبوترے پر ناچ رنگ کی ایک شاندار محفل برپا تھی اور بیچ میں ایک تخت پر خواجہ عُمرو شاہانہ لباس پہنے براجمان تھے۔ یہ بڑی عجیب بات

تھی۔ ایک عُمرو ابھی ابھی اس کے سامنے بِلّور چہار دست کے ساتھ طلِسم ہوش رُبا کی جانب روانہ ہوا تھا اور دوسرا اُس کے سامنے بیٹھا ناچ دیکھ رہا تھا۔ وہ اسی سوچ میں تھی کہ عُمرو کی نِگاہ اس پر جا پڑی۔ وہ خود تخت سے اُٹھ کر آیا۔ اور ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لے گیا۔ مخمُور نے یہ سوچ کر کہ اِس معاملے میں بھی شہنشاہ کو کب کا کوئی بھید ہے عُمرو سے کچھ نہ کہا۔

اُدھر طلِسم ہوش رُبا کے طلِسم ظاہر میں ایک رات کی تیّاریوں کے بعد روزانہ صُبح سے شام تک گھمسان کی لڑائیاں ہونے لگیں۔ کسی دِن ملکہ حیرت، کسی دِن ملکہ صنعت سحر ساز اور کسی دن مُصوِّر جادُو اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ ملکہ مہ رُخ کی فوجوں پر یورش کرتے۔ مگر ایڑی چوٹی کا زور لگا دینے کے باوجود زبردست نقصان اُٹھا کر اپنی چھاؤنی میں واپس آ جاتے۔

چھ دن تک کوششیں کر کے اُن میں سے کوئی بھی فتح کا سہرا اپنے سر نہ باندھ سکا تو ساتویں دن تینوں نے مل کر رُخ کے لشکر پر یلغار کر دی۔ اسی دن افراسیاب نے بھی آنے کا وعدہ کیا تھا۔ تینوں چاہتے تھے کہ افراسیاب کے آنے سے پہلے پہلے وہ

باغیوں کو ختم کر دیں۔ تینوں کی فوجوں کی تعداد ملکہ مہ رُخ کے لشکر سے بیس گنا زیادہ تھی۔ انہوں نے اتنا خوف ناک حملہ کیا کے دُور سے دیکھنے والا میدانِ جنگ کی ہلکی سی جھلک دیکھ کر بھی کانپ اُٹھتا۔

مہ رُخ اور اُس کی فوج کا ہر سپاہی اور سردار دُشمنوں اس طرح جان توڑ کر لڑ رہا تھا کہ دُشمن بھی واہ واہ کر رہا تھا۔ حیرت، صنعت اور مُصوِّر تڑپ تڑپ کر خود بھی اُن پر وار کر رہے تھے اور اپنی فوج کو بھی بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے کے لیے للکار رہے تھے۔ مگر کسی کے بنائے کچھ نہ بنتا تھا۔ یہاں تک کہ دوپہر کا وقت ہو گیا اور دریائے خونِ رواں کی جانب سے افراسیاب کی آمد کا غلغلہ بُلند ہوا۔

چند ہی لمحوں بعد افراسیاب میدان جنگ میں تھا۔ اس نے دُشمن کی جنگی قوّت کا اندازہ کر کے حیرت، صنعت اور مُصوِّر کو حکم دیا کہ اپنی فوجوں کو لے کر پیچھے ہٹ جائیں۔ ملکہ مہ رُخ نے بھی افراسیاب کو مقابلے پر دیکھ کر اپنے لشکر کو نئے سرے سے صف بندی کرنے کا حکم دیا۔ دونوں فوجیں ایک دوسرے سے الگ ہو کر اپنی صفیں درست کرنے لگیں۔ اس موقع پر افراسیاب نے اپنی جھولی سے

ایک نارنج نکالا۔ کچھ پڑھ کر اس پر پھونکا اور نعرہ لگا کر لشکر مہ رُخ کی سمت پھینک دیا۔

دوست دُشمن یہ خیال کرتے تھے کہ یہ نارنج خوف ناک دھماکے کے ساتھ پھٹے گا اور مہ رُخ کی فوج پر آگ اور پتھّر برسا کر قیامت ڈھادے گا لیکن اس نے جو کیا اس پر سب دانتوں میں انگلیاں داب کر رہ گئے۔

ہوا یہ کہ جس جگہ وہ نارنج زمین پر ِگرا وہاں ایک بگولا پیدا ہوا اور تیزی سے چکّر کھاتے ہوئے سیدھا آسمان کی جانب اُٹھتا چلا گیا۔ چند لمحوں بعد جب گرد و غبار صاف ہوا تو لوگوں نے دیکھا کہ ایک بڑا سا مینار وہاں کھڑا ہے۔ مینار کے سرے پر چھتری کی طرح گول ایک عمارت ہے۔ اس عمارت میں صدہا کھڑکیاں اور دروازے کھڑکی اور دروازے پر ایک پری کھڑی ہے اور بے اختیار قہقہے لگا رہی ہے۔

لوگوں کی سمجھ میں نہ آیا کہ دُشمنوں کو قتل کرنے کی بجائے افراسیاب یہ تماشا

کیوں دکھا رہا ہے۔ لیکن پھر جونہی انہوں نے مینار سے نِگاہ ہٹا کر مہ رُخ کی فوج کی طرف دیکھا۔ ان کے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ لڑتا بھڑنا چھوڑ کر سب پیٹ پکڑے دیوانہ وار قہقہے لگا رہے تھے۔

افراسیاب نے اپنے حامیوں سے کہا۔ "اب تم لوگ بے فکر ہو کر جشن مناؤ اور باغیوں کا انجام دیکھو۔ وہ ہنستے ہنستے تھک کے بے ہوش ہو جائیں گے۔ ہوش میں آئیں گے تو پھر ہنسیں گے۔ اسی طرح آخر کار ہلاک ہو جائیں گئے۔ ان کے ہلاک ہونے تک تم یہیں ٹھہرنا۔ میں باغِ سیب میں جا کر آرام کرتا ہوں۔"

افراسیاب یہ ہدایت دینے کے بعد ملکہ صنعت سحر ساز اور مُصوِّر جادُو سے رُخصت ہو کر چلا گیا۔ ایک رات ملکہ حیرت کی چھاؤنی میں ایسا جشن منایا گیا کہ کیا سپاہی، کیا افسر، کوئی ایک پل کے لیے بھی نہ سو سکا۔ صبح ہوتے ہوتے وہ سب تھک کر اس قدر چور ہو چکے تھے کہ بستر پر پہنچنے کے بعد کوئی ہوش میں نہ رہا۔ اِدھر مہ رُخ کا لشکر قہقہوں کے عذاب میں مبتلا تھا۔ جو کمزور تھے، ہنستے ہنستے مر رہے تھے۔ جو جاندار تھے، ہنستے ہنستے بے ہوش ہو رہے تھے۔ صرف دو آدمی اس

مصیبت سے بچے ہوئے تھے، اس لیے کہ ہمیشہ کے مطابق وہ جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی چھاؤنی سے باہر نکل گئے تھے۔ وہ تھے عُمرو کے دو شاگرد عیّار جاں سوز اور ضرغام۔

دونوں دُور جنگل میں چھپے ہوئے، اپنے ساتھیوں کا حال دیکھ دیکھ کر کُڑھ رہے تھے۔ انہیں بار بار خواجہ عُمرو یاد آ رہے تھے۔ کبھی سوچتے کہ جا کر پہاڑوں میں چھپ جائیں اور اُستاد کا انتظار کریں۔ کبھی فیصلہ کرتے کہ طلِسم نُور افشاں کی راہ لیں اور جا کر اُستاد کو اِس حادثے کی خبر دیں۔ دونوں اِسی اُدھیڑ بُن میں تھے کہ اچانک آسمان پر گڑبڑ محسوس ہوئی۔ دونوں چونک کر اُوپر دیکھنے لگے۔ ان کا اندیشہ درست ثابت ہوا۔ جادُوگروں کی ایک زبردست فوج خاموشی کے ساتھ آسمان سے نیچے اُتر رہی تھی۔ ضرغام نے جہاں سوز سے کہا۔

"افراسیاب کی فوج معلوم ہوتی ہے۔ بھاگ نکلو!"

جاں سوز نے کہا۔ "بھاگنے سے بہتر ہے کہ ہم بھیس بدل کر اس لشکر میں شامل ہو

جائیں۔ ممکن ہے اس طرح ہم اپنے ساتھیوں کو چھڑا سکیں۔"

دونوں موقع کا انتظار کرنے لگے۔ اِدھر لشکر نے اُتر کر جلدی جلدی اپنی صف بندی کی۔ اور ایک ہاتھی سوار کی قیادت میں تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ اس کا رُخ اُسی میدان کی طرف تھا۔ جہاں کل دوپہر تک خوف ناک جنگ ہوتی رہی تھی۔ اور جہاں اب طلِسمی مینار کے گِرد مہ رُخ کی فوج قہقہے لگاتے لگاتے بے دم ہو رہی تھی۔ ضرغام اور جاں سوز کا دل یہ دیکھ کر دہل گیا۔ "یہ تو کِسی کو تلاش یا گرفتار کرنے کی بجائے جنگ پر کمر بستہ دِکھائی دے رہے ہیں۔" ضرغام نے کہا۔

لیکن جاں سوز نے سوچتے ہوئے کہا۔ "ہمارے ساتھی تو ویسے ہی افراسیاب کے جادُو کے اثر میں بے مدد ہیں۔ انہیں اِن پر حملہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"یہ بات میری بھی سمجھ میں نہیں آ رہی۔" ضرغام بولا۔ "کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ فوج ہماری حمایت میں اُن پر حملہ کرنا چاہتی ہو۔"

یہ دونوں اِسی قسم کی باتوں میں اُلجھے ہوئے تھے کہ ہاتھی سوار کی فوج بڑھتے

بڑھتے اُن کے قریب آ پہنچی۔ سب سے پہلے جس شخص کو دیکھ کر اُن کے بدن میں سنسنی دوڑ گئی وہ ایک عجیب الخلقت آدمی تھا جو ایک گھوڑے پر سوار تھا۔ اس کے جسم کا ہر حصّہ شیشے کا سا چمکدار اور شفاف تھا۔ اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ تھی کہ اس کے چار ہاتھ تھے۔ چاروں ہاتھوں کی مٹھیاں بند تھیں۔ ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں چمکتا ہوا ترشول تھا۔ ہاتھی سوار اس سے پیچھے تھا۔ لیکن جیسے ہی ہاتھی سوار سردار قریب آیا دونوں عیّار خوشی سے استاد! چیختے ہوئے اُس کے سامنے جا پہنچے۔

یہ خواجہ عُمرو تھے جو بِلّور چہار دست کے ساتھ طلِسم نُور افشاں سے اپنے دوستوں کی مدد کے لیے روانہ ہوئے تھے۔ شاگردوں کو سامنے دیکھ کر عُمرو ہاتھی سے نیچے اتر آیا اور انہیں گلے سے لگا کر ساتھیوں کی خیریت پوچھی۔ ضرغام اور جاں سوز نے آنکھوں میں آنسو بھر کر سارا حال بیان کر دیا۔

"معاملے کی نزاکت کا احساس کرتے ہی عُمرو تڑپ کر ہاتھی پر جا بیٹھا اور بِلّور چہار دست کو مخاطب کرتے ہوئے للکارا۔ "دُشمن غفلت کی نیند میں ہے۔ تیزی سے

آگے بڑھ کر اُس پر ٹوٹ پڑو۔"

یہ سنتے ہی بِلّور نے لشکر کو حملے کا اشارہ کر کے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ دیکھتے ہی دیکھتے سارا لشکر بھوکے شیروں کی طرح دُشمن پر جھپٹا اور اُسے کھیرے ککڑی کی طرح کاٹنے لگا۔ بِلّور نے تو قیامت برپا کر دی۔ دُشمن پر تلوار اور ترسول کی برسات کرنے کے ساتھ ہی بار بار وہ اپنے باقی دو ہاتھوں کی بند مٹھیاں کھول دیتا۔ ہر مرتبہ دونوں مٹھیوں سے درجنوں بھُنگے نکلتے اور آناً فاناً فولادی پُتلے بن کر دُشمن کے لشکر میں تباہی مچانے لگتے۔

اُدھر عُمرو اپنا ہاتھی دوڑاتا ہوا طِلسمی مینار کے قریب جا پہنچا۔ مینار کی اُوپری عمارت پر بدستور پریاں قہقہے لگا رہی تھیں۔ نیچے مینار کے اِرد گرد ملکہ مہ رُخ کی آدھی فوج بے ہوش پڑی تھی اور آدھی فوج پیٹ پکڑے ٹھٹھے مار رہی تھی۔ عُمرو نے ملکہ بُرّاں کی دی ہوئی خاص طِلسم شکن تلوار نکالی اور پوری قوّت سے مینار پر لگائی۔ زور دار دھماکے کی آواز آئی اور مینار کی اُوپری عمارت دھماکے کے ساتھ الگ ہو کر آسمان کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ پھر مینار کے ارد گرد اس قدر دھول

اُڑی کہ وہ اُس میں چھُپ گیا۔ اس کے بعد جو غُبار صاف ہوا تو مینار کا نام و نشان بھی غائب تھا۔ اس کے ساتھ ہی مہ رُخ کی فوج کے جو لوگ بے ہوش ہو گئے تھے یا ہنسی کے دورے میں مُبتلا تھے۔ وہ بھی ہوش میں آ گئے۔ ملکہ مہ رُخ اور اس کے سرداروں کی اس پر نظر پڑی تو دیوانہ وار دوڑ کر اس کے گِرد جمع ہو گئے۔ عُمرو نے کہا۔ ”یہ وقت باتوں کا نہیں۔ شہنشاہ کوکب کا ایک جنرل بِلّور چہار دست دُشمن سے جنگ کر رہا ہے۔ تم اپنا حق ادا کرو۔“

یہ اِشارہ پاتے ہی مہ رُخ نے اپنی فوج کو للکارا اور نعرہ مارتی ہوئی ملکہ حیرت کی چھاؤنی پر چڑھ دوڑی۔ بِلّور نے وہاں پہلے ہی قیامت برپا کر رکھی تھی۔ مہ رُخ کی فوج نے جو یلغار کی تو اُن کے پاؤں ہی اُکھڑ گئے۔ ملکہ حیرت، صنعت اور مُصوِّر نے اپنی فوجوں کا دل بڑھانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا مگر موت کو سر پر منڈلاتا دیکھ کر سب دل ہار بیٹھے۔ جس کا جدھر منہ اُٹھا، بھاگنے لگا۔ لیکن بھاگ کر جاتے کہاں۔ جدھر کا رُخ کرتے مہ رُخ یا بِلّور کی فوج کو اپنے سامنے پاتے۔ دیکھتے ہی دیکھتے آدھے سے زیادہ دُشمن جان سے مارے گئے۔ حیرت نے کوئی اور

صورت نہ دیکھ کر ماش کے دانوں پر منتر پڑھا اور انہیں دریائے خونِ رواں کی طرف اُچھال دیا۔ پھر دونوں ہاتھ زمین پر مار کر چِلاّئی۔ "اے دریا! ہمیں حفاظت میں لے لے۔"

یہ الفاظ اُس کے مُنہ سے نکلے ہی تھے کہ دریائے خونِ رواں میں ایک موج بُلند ہوئی اور آناً فاناً پھیل کر بِلّور اور حیرت کی فوجوں کے درمیان حائل ہو گئی۔ جو لوگ بِلّور کی فوج اور اس کے پُتلوں کے نرغے میں آ چکے تھے یا انہیں مہ رُخ کی فوج نے گھیر لیا تھا، وہ تو مارے گئے اور جو ملکہ حیرت، صنعت اور مُصوِّر کے ساتھ طِلسمی دریا کی حفاظت میں آ گئے تھے وہ بچ گئے۔ بِلّور چہار دست نے جوش میں آ کر چاہا کہ دریا میں کود پڑے مگر ملکہ مہ رُخ چِلاّئی۔ "خبر دار! اس دریا میں قدم نہ رکھنا۔ باہر نکلنا نصیب نہ ہو گا۔

بلور نے ایک آواز پر چونک کر پیچھے دیکھا تو مہ رُخ بولی۔ "آیئے۔ اب اپنی چھاؤنی میں چلیں۔ یہ دریائے طِلسم ہے۔ افراسیاب کی مرضی کے بغیر اس میں داخل ہو کر کوئی باہر نہیں نکل سکتا۔"

بِلّور چہار دست نے اپنے جوش پر قابو پالیا اور دونوں اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ واپس پلٹے۔ خواجہ عُمرو نے بِلّور چہار دست کا مہ رُخ کے خاص خاص سرداروں سے تعارف کرایا۔ ملکہ نے بِلّور، ملکہ بُرّاں اور شہنشاہ کوکب کا خوب خوب شکریہ ادا کیا۔ رات کو فتح کی خوشی میں مہمانوں کے اعزاز میں چھاؤنی میں شاندار جشن منایا گیا۔

اُدھر دریائے خونِ رواں کی حفاظت میں آتے ہی ملکہ حیرت نے ایک خط میں عُمرو اور بِلّور کی اچانک آمد اور مہ رُخ کی فوج کی رہائی کا سارا حال افراسیاب کو لکھ بھیجا اور فوج کے سرداروں کا حوصلہ بڑھا کر اُسی جگہ ڈیرے خیمے لگانے کا حکم دیا۔ پھر عیّارہ صرصر کو بُلا کر غصّے سے کہنے لگی۔ ”ڈوب مر۔ عُمرو کارنامے پر کارنامے دکھا رہا ہے اور تو بیٹھی حرام کی کھا رہی ہے۔ یاد رکھ! آج رات تو عُمرو یا بِلّور کو باندھ کر نہ لائی تو کل تیرا منہ کالا کر کے سارے لشکر میں پھراؤں گی۔“

یہ جلی کُٹی سُن کر صرصر کو بھی غیرت آگئی۔ ہاتھ جوڑ کر بولی۔ ”بس حضور! اب کچھ نہ کہیے۔ آج میں نہیں یا وہ نہیں۔ ناکام رہی تو زندگی بھر حضور کو منہ نہ

دکھاؤں گی۔ دریا سے راہ دِلوایئے۔ ابھی اسی جاؤں وقت جاؤں گی۔"

ملکہ حیرت نے صرصر کو دریا کے پار کر دیا۔ وہاں سے اس نے ملکہ مہ رُخ کی چھاؤنی کی راہ لی جہاں جشن کی محفل برپا تھی۔ صرصر ایک خدمت گار کے بھیس میں جشن گاہ کے اندر جا پہنچی۔ ملکہ مہ رُخ اپنے تخت پر بیٹھی تھی۔ اس کے دائیں طرف ایک کرسی پر خواجہ عُمرو اور بائیں جانب بِلّور چہار دست آن بان کے ساتھ براجمان تھے۔ ان کے نیچے دائیں بائیں نیم دائرے کی شکل میں سردارانِ لشکر کی کرسیاں تھیں۔

صرصر نے بھیس بدل رکھا تھا۔ پھر بھی احتیاطاً عُمرو کی نگاہوں سے بچ کر اُس پر نظر جمائے رہی۔ وہ کسی اچھے موقع کی تاک میں تھی۔ اِتّفاق سے عُمرو کو باہر جانے کی حاجت ہوئی۔ وہ اُٹھا تو صرصر پیچھے ہو لی۔ جلد ہی اُسے معلوم ہو گیا کہ عُمرو کہاں کا ارادہ رکھتا ہے۔ وہ گھوم کر اس سے پہلے اُس خیمے کی قنات کے اندر جا کر چھُپ رہی۔ جیسے ہی عُمرو نے اندر قدم رکھا، اُس نے بے ہوشی کا غبّارہ اُس کے مُنہ پر دے مارا۔ عُمرو نے ایک چھینک لی اور بے ہوش ہو کر گِر پڑا۔ صرصر نے

گٹھڑی بنا کر اُسے پیٹھ پر باندھا اور چھپتی چھپاتی مہ رُخ کی چھاؤنی سے صاف نکل گئی۔

رات ابھی آدھی سے زیادہ گزری تھی کہ صرصر عُمرو کو لادے ہوئے دریائے خونِ رواں کے سیلاب کے کنارے جا پہنچی۔ جو جادُوئی پُتلے اُسے ملکہ حیرت کے حُکم پر اس پار چھوڑ گیا تھا وہ پہلے ہی اُس کا مُنتظر تھا۔ اس نے صرصر کو آناً فاناً ملکہ حیرت کے پاس پہنچا دیا۔ حیرت اس وقت اپنی بار گاہ خاص میں تھی اور سونے کی تیّاری کر رہی تھی۔ اسے اس قدر جلد صرصر کی واپسی کی اُمّید نہ تھی۔ صرصر کی پیٹھ پر گٹھڑی بندھی دیکھ کر اُس نے بے صبری سے پوچھا۔ ”کسے لائی ہو؟“

”حضور! عُمرو کو۔“ صرصر نے کہا اور گٹھڑی کھول کر عُمرو کو حیرت کے سامنے ڈال دیا۔ عُمرو کو اپنے سامنے پڑا دیکھ کر ملکہ حیرت کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ رہا۔ دل کھول کر اُس نے صرصر کو شاباش دی اور اُسی وقت یہ خوش خبری افراسیاب کے پاس روانہ کر دی۔ افراسیاب نے فوراً جواب دیا۔ ”عُمرو کو حفاظت سے رکھو۔ صُبح میں آکر باغیوں کے سامنے اُسے سولی پر چڑھاؤں گا۔“

ملکہ حیرت نے اپنے فوجیوں کا دل بڑھانے کے لیے ساری چھاؤنی میں ڈھنڈورا پٹوادیا۔ دوسرے دن وعدے کے مطابق افراسیاب پہنچا۔ حیرت کی چھاؤنی میں شادیانے بجنے لگے۔ دریائے خونِ رواں کے کنارے ایک اُونچی سولی نصب کی گئی۔ سولی کے بیچ عُمرو کو ایک کھمبے سے کس کر باندھ دیا گیا۔ اس کے قریب ہی تختِ شاہی بچھا دیا گیا۔ اس کے پیچھے سردارانِ لشکر کی کرسیاں تھیں۔ افراسیاب، ملکہ حیرت اور تمام سرداروں کے ساتھ آ کر بیٹھ گیا۔ عُمرو نے اُسے حقارت کے ساتھ دیکھ کر دوسری طرف مُنہ پھیر لیا۔ اُس کے چہرے پر خوف یا مایوسی کی ہلکی سی جھلک بھی دکھائی نہ دیتی تھی۔ افراسیاب نے اپنی شان رکھنے کے لیے ہنستے ہوئے اُس سے کہا۔ ”اوہو! خواجہ عُمرو ہیں! طلِسم نُور افشاں سے کب آئے؟“

عُمرو نے تیوریوں پر بل ڈالتے ہوئے جواب دیا۔ ”جب چاہا آئے۔ تم پوچھنے والے کون؟“

”اچھا! رسی جل گئی بَل نہیں نِکلا۔“ افراسیاب نے غرّاتے ہوئے کہا۔ ”عُمرو! اگر تو ادب سے بات کرتا تو شاید اس وقت ایک مرتبہ میں اور تُجھے معاف کر دیتا۔ مگر

اب نہیں چھوڑوں گا۔“

”ہائیں! یہ بار بار تُو مُجھے عُمرو کیوں کہہ رہا ہے؟“ عُمرو نے کہا۔ ”طلِسم ہوش رُبا کا شہنشاہ بنا ہوا ہے پر کھرے کھوٹے کی تمیز نہیں رکھتا۔“

”ارے! تو کیا تُو عُمرو نہیں ہے؟“ افراسیاب نے ہنستے ہنستے ہوئے کہا۔ ”یاد رکھ! اب تیرا چکما کام نہ آئے گا۔ چند ہی لمحوں بعد سولی پر لٹکتا نظر آئے گا۔“

”مان چاہے نہ مان۔“ عُمرو نے جواب دیا۔ ”پر سُن لے۔ میں تو شاہِ کوکب کا غلام ہوں۔ دیکھنے میں عُمرو نظر آتا ہوں۔ مجھے سولی پر چڑھانا تیرے بس میں نہیں۔“

”تو مجھے کئی بار دھوکا دے چکا ہے۔“ افراسیاب نے گرم ہو کر کہا۔ ”اب کی بار میں دھوکا نہ کھاؤں گا۔ اور یہ تجھے بھی معلوم ہوا جاتا ہے کہ میرے بس میں کیا ہے کیا نہیں۔“

یہ کہہ کر اُس نے جلّادوں کو اِشارہ کیا کہ اِسے سُولی پر چڑھادو۔ جلّاد اس کی طرف آہستہ آہستہ بڑھنے لگے۔

عُمرو کے چہرے کا رنگ سُرخ ہو گیا۔ نِگاہوں سے شُعلے برسنے لگے۔ وہ للکارا۔ ”میں ہر گز تیرے بس میں نہیں۔ اپنے مالک کے پاس جاتا ہوں۔ روک سکے تو روک لے۔“

یہ سن کر افراسیاب قہقہہ لگانے لگا۔ لیکن عُمرو نے جوش میں آ کر جو زور کیا تو زنجیروں کے بند چٹ چٹ ٹوٹ گئے۔ آزاد ہوتے ہی وہ آسمان کی طرف اُڑا اور قبل اِس کے کہ افراسیاب کچھ کر سکتا، اس کی نگاہوں سے اُوجھل ہو گیا۔

افراسیاب دل میں سخت شرمندہ ہوا۔ لیکن اپنی شان رکھنے کے لیے کہنے لگا۔ ”بلاشبہ یہ عُمرو نہیں تھا۔ نہ عُمرو میں میں اتنی طاقت ہے کہ وہ زنجیریں توڑ سکتا۔ نہ یہ کمال کہ ہوا میں اتنا تیز اُڑ ہی سکے۔“

”پھر یہ کون تھا؟“ ملکہ حیرت نے سوال کیا۔ ”ذرا کتابِ سامری میں حال دیکھیے۔“

افراسیاب نے چونک کر کتابِ سامری نکال کر دیکھی۔ لکھا تھا۔ ”یہ عُمرو کے

بہروپ میں شہنشاہ کوکب کا ایک پُتلا تھا۔ کوکب کے حکم کے مطابق اُسے ملکہ بُرّاں نے تُجھے شرمندہ کرنے لیے بھیجا تھا۔"

افراسیاب نے دل میں سوچا اگر میں نے سچّی بات لوگوں پر ظاہر کر دی تو وہ دل میں کہیں گے کہ میں ایک معمولی پُتلے کو قابو میں نہ لا سکا۔ اُن کے دِلوں سے میرا رُعب جاتا رہے گا۔ اس نے بات بناتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال درست نکلا۔ عُمرو کے بھیس میں یہ خود شہنشاہ کوکب تھا۔ اور کوئی ہوتا تو مجھ سے اِس طرح بچ کر کیسے جا سکتا تھا۔"

بعد کے حالات جاننے کے لیے طلِسم ہوش رُبا کا نواں حصّہ عُمرو کے کارنامے پڑھیے۔